# مسیح بلادِ شرقیہ میں

## انکشافاتِ جدیدہ کی روشنی میں

تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۶۰ء

عبدالقادر (سابق سوداگرمل)

قیمت اعلیٰ کاغذ عہ ر عام کاغذ ۱۰ر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلواۃ والسلام

جنہوں نے حتمی اور یقینی ثبوتوں کے ساتھ یہ زبردست انکشاف کیا - کہ حضرت مسیح صلیب پر مرے نہیں تھے - بلکہ بیہوشی اور سکتہ کے عالم میں اتار لئے گئے تھے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم     نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# پیش لفظ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے عیسائیوں اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام دو ہزار سال سے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر تشریف فرما ہیں اور آخری زمانہ میں دجال کو قتل کرنے کے لئے اُتریں گے آگے مسلمانوں اور عیسائیوں کے باہمی اختلاف کی یہ کیفیت تھی کہ مسلمان یہ کہتے تھے کہ حضرت مسیح زمین پر اُتر کر اسلام کی ترویج واشاعت کا کام کریں گے۔ اور عیسائی یہ کہتے تھے۔ کہ آپ دوبارہ نزول فرما کر عیسائیت کو اکناف عالم میں پھیلائیں گے۔

حضرت اقدس نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر اس قضیہ کا فیصلہ اس طرح کیا۔ کہ حضرت مسیح ناصری نہ آسمان پر اس خاکی جسم کے ساتھ گئے ہیں اور نہ ہی وہ کسی زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ آیات قرآنیہ یا عیسٰی اِنّی متوفّیک اور فلمّا توفّیتنی کے مطابق آپ کی وفات طبعی طور پر ہوئی تھی۔

ایک خطرناک غلطی جس میں یہود و نصاریٰ دونوں قومیں مبتلا

تھیں وہ یہ تھی کہ دونوں قومیں یہ سمجھتی تھیں کہ تینتیس سال کی عمر میں جب حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ تو آپ نے زخموں کی تاب نہ لاکر صلیب پر ہی جان دیدی تھی۔ اس غلطی کی اصلاح حضرت اقدس نے یوں کی۔ کہ آپ نے نہ صرف اناجیل اور تواریخ سے یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچا دیا۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ الہامات الٰہیہ بھی یہی شہادت دے رہے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ انہیں بیہوشی اور سکتہ کے عالم میں اُتار لیا گیا تھا۔ اس کے بعد آپ کے زخموں کا علاج کیا گیا۔ پھر آپ بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی تلاش میں موجودہ عراق اور ایران سے ہوتے ہوئے کشمیر پہنچے اور ایک لمبا زمانہ اپنی قوم کو پیغام حق پہنچانے کے بعد وہیں فوت ہوئے چنانچہ آپ کی قبر سرینگر کے محلہ خانیار میں موجود ہے۔

حضرت اقدس نے اس تحقیق کو علاوہ متفرق طور پر بیان کرنے کے ایک مستقل کتاب مسیح ہندوستان میں بھی پیش فرمایا ہے۔

آپ کے دل میں صلیبی عقائد کو پاش پاش کرکے اس کی جگہ توحید الٰہی کی عظمت اور جلال کو قائم کرنے کا کس قدر جوش تھا۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگ سکتا ہے۔ کہ آپ نے اس کام کے لئے علاوہ ظاہری کوششوں کے دن رات اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں بھی کیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"ایک زمانہ گذر گیا کہ میرے پنج وقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خدا



ان عیسائی لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کر لیں اور تثلیث کے عقیدہ سے توبہ کریں چنانچہ ان دعاؤں کا یہ اثر ہوا ہے کہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے بلکہ صلیب سے نجات پاکر اور پھر مرہم عیسٰی سے صلیبی زخموں سے شفا حاصل کرکے نصیبین کی راہ سے افغانستان میں آئے ...... اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے آخر کشمیر میں آ گئے اور ایک سو پچیس برس کی عمر پاکر آخر کشمیر میں ہی فوت ہو گئے اور سرینگر خان یار کے محلہ کے قریب دفن کئے گئے اور میں اس تحقیقات کے متعلق ایک کتاب تالیف کر رہا ہوں جس کا نام ہے مسیح ہندوستان میں"ۓ

جس عدیم النظیر کتاب کا اس اقتباس میں ذکر ہے یعنی مسیح ہندوستان میں" یہ کتاب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت مسیح صلیب پر مرے نہیں بلکہ بیہوشی اور سکتہ کے عالم میں زندہ اُتار لئے گئے اور پھر آخر تبلیغ کرتے کرتے افغانستان کے رستے کشمیر میں داخل ہو گئے تھے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

اس معرکۃ الآراء کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یکسر الصلیب کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں

"اس پیشگوئی (یکسر الصلیب) میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادوں سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے مسیح کے

ۓ الاشتہار الانصار ۴ - اکتوبر سنہ ۱۸۹۹ء

صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائیگی تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائیگی لیکن نہ کسی جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے" ...... پس ضرور تھا کہ آسمان ان امور اور ان شہادتوں اور ان قطعی اور یقینی ثبوتوں کو ظاہر نہ کرتا جب تک مسیح موعود دنیا میں نہ آتا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی۔ اور غور کرنے والے غور کریں گے کہ خدا کا مسیح آگیا ...... اب ہر ایک سعید روح کو فہم عطا کیا جائیگا۔ اور ہر ایک رشید کو عقل دی جائیگی۔ کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے مبارک وہ جو اس روشنی سے حصہ لے"۔ [۱]

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس تحقیق کے حق میں کچھ ایسی ہوا چلادی ہے کہ وہ تمام دفینے جو دو ہزار سال سے دنیا کی نظروں سے مخفی پڑے تھے منصۂ شہود پر آنے شروع ہو گئے ہیں اور بڑے بڑے بائبل سکالر اور مختلف علوم کے ماہر نیز سائنسدان اس امر کے لئے وقف ہو گئے ہیں کہ وہ یہ معلوم کریں کہ ان دفینوں میں کیا لکھا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریسرچ کے بعد اس وقت تک اس مسئلہ پر جو تحقیقات ہو چکی ہے آئندہ صفحات میں اس کا مختصر سا خاکہ احباب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

نوٹ:- میں عزیزم محترم جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری کا بے حد ممنون ہوں کہ اس مضمون کی تیاری کیلئے نہ صرف مجھے اپنے قیمتی مضامین مندرجہ الفضل و فرقان وغیرہ عنایت فرمائے بلکہ ہر مرحلہ پر قیمتی حوالوں اور مشوروں سے اعانت فرمائی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ خاکسار عبد القادر

[۱] مسیح ہندوستان میں صـ۶۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

## حضرت مسیح ناصری انکشافاتِ جدیدہ کی روشنی میں

# صلیبی موت سے نجات اور مشرق میں ورود

## مکتوبِ سکندریہ کی شہادت

**پہلی شہادت**

اس امر کے ثبوت میں کہ جب تینتیس سال کی عمر میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ تو آپ زندہ مگر بیہوشی کے عالم میں اُتار لئے گئے تھے۔ ہم مکتوب سکندریہ کو پیش کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ واقعۂ صلیب کے سات سال بعد اسیری یا ایسینی فرقہ صوفیا کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے جو حضرت مسیحؑ کے عقیدتمند تھے اور واقعہ صلیب کے عینی شاہد۔ یروشلم سے اپنے فرقہ کے احباب کو سکندریہ میں ایک خط لکھا۔ جو انیس سو سال کے بعد ابی سینیا کی ایک تجارتی کمپنی کے ممبر کو سکندریہ شہر کے ایک قدیم مکان کی لائبریری سے

دستیاب ہوا۔ پادریوں نے اس وقیع اور وزنی شہادت کو ضائع کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اور مکتوب جرمنی کی ایک فری میسن سوسائٹی کے پاس محفوظ ہو گیا۔

اس مکتوب کا انگریزی ترجمہ "انڈو امریکن بک کمپنی شکاگو" نے ۱۹۰۷ء میں "THE CRUCIFIXION BY AN EYE WITNESS" کے نام سے شائع کیا۔

مترجم نے لکھا ہے کہ امریکہ میں سب سے پہلے اس مکتوب کا انگریزی ترجمہ ۱۸۷۳ء میں شائع ہوا تھا۔ جونہی یہ مطبوعہ مکتوب پبلشر کے پاس پہنچا۔ پادریوں نے ایک منظم سازش کے ماتحت نہ صرف یہ کہ اس کے سب نسخے حاصل کر کے تلف کر دیے۔ بلکہ پریس سے اس کی پلیٹیں بھی ضائع کر دیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس اہم شہادت کو محفوظ رکھنا تھا۔ اس لئے تصرف الٰہی کے ماتحت ایک شخص جو اس کی ایک کاپی خرید چکا تھا اس کے پاس وہ محفوظ رہی۔ آگے چل کر مترجم لکھتا ہے کہ اس واقعہ کے ۳۵ سال بعد ۱۹۰۷ء کے موسم گرما میں وہ کاپی اس شخص کی بیٹی کی نظر سے گذری۔ وہ لڑکی چونکہ جانتی تھی کہ مجھے فری میسنز کی اس قسم کی چیزوں سے دلچسپی ہے اس لئے اس نے کمال مہربانی سے وہ کاپی مجھے بھیج دی۔ میں نے وہ کاپی لے کر تمام بک سیلرز اور کتب خانوں میں جا جا کر اس کا کوئی دوسرا نسخہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس سلسلہ میں میری ساری سعی رائگاں گئی۔ آخر میں نے



یہ سوچ کر کہ کاپی رائٹ کے قانون کے ماتحت اس کی چند آفیشل کاپیاں کانگریشنل لائبریری کے پاس ضرور محفوظ ہوں گی۔ اس طرف رجوع کیا لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب مجھے یہ پتہ لگا۔ کہ وہاں بھی اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں۔

اس کے بعد مترجم نے لکھا ہے کہ اس مکتوب کا موجودہ نسخہ جو لاطینی زبان میں ہے جرمنی کی ایک سوسائٹی کے پاس اب بھی بالکل محفوظ ہے

اس مکتوب کو ضائع کرنے کے سلسلہ میں پادریوں کی اس جدوجہد سے احباب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس مکتوب کی اشاعت سے انہیں اپنے مذہبی معتقدات کی بنیاد کے متزلزل ہونے کا کس قدر خطرہ تھا

احباب یہ سن کر حیران ہوں گے کہ جب پادری صاحبان کے علی الرغم حضرت مسیحؑ کے صلیبی واقعہ سے متعلق یہ زبردست شہادت منصۂ شہود پر آ گئی تو اس کے بعد پادری صاحبان نے پوری کوشش کی کہ اس مکتوب کو جعلی ثابت کر دکھایا جائے۔ مگر چونکہ یہ ہوا کاسر صلیب کی مدد کے لئے خدائے ذوالعرش نے آسمان سے چلائی تھی۔ اس لئے اس کے بعد آئے دن ایسی شہادات دستیاب ہونا شروع ہو گئیں جو مکتوب کے بیان کردہ واقعات کی تائید کر رہی ہیں۔

اس مکتوب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کو جب صلیب پر لٹکایا گیا۔ تو میخوں اور رسیوں سے آپ کا دوران خون رک گیا اور

تنفس کا نظام درہم برہم ہوگیا۔ لیکن آپ زندہ تھے فوت نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ

اوّل۔ عام طور پر تین دن رات صلیب پر لٹکا رہنے سے آدمی مرتا تھا لیکن آپ صرف چند گھنٹے صلیب پر رہے۔

دوم۔ پیلاطوس جو کہ دراصل حضرت مسیحؑ کا ہمدرد تھا۔ لیکن یہودیوں کے دباؤ کی وجہ سے آپ کو صلیب دینے پر مجبور ہوگیا۔ اس نے ایسے وقت صلیب دینے کا حکم دیا جبکہ سبت کی آمد کو صرف چند گھنٹے باقی تھے اور یہودی شریعت کے مطابق سبت کے آنے پر کوئی مجرم صلیب پر نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح اور ان کے ساتھ صلیب پانے والے دو اور شخص چند گھنٹوں کے بعد صلیب سے اُتار لئے گئے۔ وہ دونوں شخص زندہ تھے۔ رواج کے مطابق ان کی ہڈیاں توڑی گئیں۔ لیکن یوسف آرمتیا کی درخواست پر پیلاطوس نے حضرت مسیحؑ کی ہڈیاں توڑے بغیر آپ کی مزعومہ نعش کو آپ کے ہمدردوں کے سپرد کر دیا۔

سوم۔ جب اس امر کا اطمینان کرنے کے لئے کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ ایک سپاہی نے آپ کے جسم پر برچھی چبھوئی تو آپ کے جسم سے خون اور پانی بہہ نکلا اور یہ امر حکیم نقودیمس کے نزدیک زندگی کی ایک واضح علامت تھی۔

چہارم۔ صلیب سے اتارے جانے کے بعد حکیم مذکور نے تیز مصالحہ اور



شفا بخش مرہم کے ساتھ آپ کا علاج کیا۔ لوگوں پر یہ ظاہر کیا۔ کہ آپ کے جسم پر یہ مصالحہ اس لئے لگایا گیا ہے کہ آپ کا جسم عید کے بعد تک مُرجھانے اور ضائع ہونے سے بچا رہے۔

پنجم۔ اس کے بعد حضرت مسیح کے جسم کو ایک ایسی قبر میں منتقل کر دیا گیا جو آپ کے مرید باصفا یوسف آرمتیا کی ملکیت تھی اور چٹانوں میں کھود کر بنائی گئی تھی۔ وہاں آپ کے جسم کو مختلف قوت بخش بُوٹیوں اور ادویات کا بخور دیا گیا۔ بعد ازاں دروازے پر ایک بڑا پتھر رکھ دیا گیا تاکہ ابخرات سے قبر اچھی طرح معمور ہو جائے۔

ششم۔ آگے چل کر مکتوب نویس لکھتا ہے کہ جب حضرت مسیحؑ کو قبر میں رکھا گیا تورات کے آخری حصہ میں بہت تیز ہوا چلی اور زلزلہ سے چٹانیں ہلنے اور شق ہونے لگیں۔ ہم نے اپنے ایک آدمی کو سفید لباس پہنا کر ایک مخفی راستے سے قبر کی طرف بھیجا جب سردار کاہن کے فرستادہ پہریداروں نے آدھی رات کے بعد اس شخص کو دیکھا۔ تو سخت آندھی اور زلزلہ کے جھٹکوں سے خوفزدہ تو وہ تھے ہی۔ اس شخص کو دیکھ کر سخت مرعوب ہوئے اور ڈر کر بھاگ گئے اور شہر میں جا کر یہ افواہ پھیلا دی کہ ایک فرشتہ وہاں پہنچ گیا ہے جس نے غار کے مُنہ سے پتھر ہٹا کر اسے کھول لیا ہے اور ہمیں بھگا دیا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی افواہ بعد میں یہ شکل اختیار کر گئی

کہ مسیح کو فرشتہ قبر سے نکال کر آسمان پر لے گیا ہے۔ یہاں تک
کہ انجیل مرقس کے ایک نسخہ میں بھی یہ افواہ داخل کردی گئی[1]

ہفتم۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یسوع کی فرضی موت پر تیس
گھنٹے گذر گئے تو سفید لباس میں ملبوس ہمارے محافظ بھائی
نے قبر کے اندر سے ایک آواز سُنی۔ وہ فوراً اندر گیا اور یہ دیکھکر
اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ مسیح کے لب ہلتے تھے اور وہ
سانس لے رہے تھے۔ اس نے آپ کے سینے سے دھیمی دھیمی
آوازیں بھی سُنیں اور جب چہرہ کو دیکھا۔ تو وہ بالکل زندوں کا سا تھا

ہشتم۔ آگے چل کر مکتوب نویس لکھتا ہے کہ

اس وقت میں اور درجہ اول کے وہ برادرانِ طریقت جو یوسف
کے ساتھ یسوع کو اس حال میں مدد دینے کی تجاویز پر مشورہ کرنے
کے لئے اکٹھے ہوئے تھے مِل کر ادھر آرہے تھے۔ نقودیمس جو ایک
تجربہ کار طبیب تھا۔ اس نے راستہ میں ہی ہم سے یہ ذکر کیا تھا
کہ اس وقت جو یہ خاص بُو (چٹانیں تڑکنے کے باعث) عناصر
کے تغیّرات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ یسوع کے لئے بہت مفید
ہے اور وہ اپنی اس بات کا بار بار زور کے ساتھ اعادہ کرتا تھا
کہ اس کے زخم سے خون اور پانی کا بہنا اس بات کی یقینی دلیل

[1] اپاکرفل نیو ٹسٹامنٹ از ایم۔ آر جیمس صہ ۳۳



ہے کہ اس میں روح موجود تھی اور پیمانہ حیات لبریز نہیں ہوا تھا۔
غرض اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے جب ہم قبر کے پاس پہنچے
تو یوسف اور نقودیمس ہمارے آگے آگے جا رہے تھے اور ہم سب
ان کے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ اس وقت ہماری یعنی درجہ اوّل
کے برادران طریقت کی تعداد چوبیس تھی۔ جب ہم قبر کے اندر گئے
تو ہم نے دیکھا کہ ہمارا سفید پوش بھائی قبر کے فرش پر گھٹنوں کے
بل کھڑا ہے اور یسوع کے سر کو اپنی چھاتی پر سہارا دیئے ہوئے
ہے۔ یسوع نے اپنے اسیر بھائیوں کو پہچان لیا اور اس کی آنکھیں
مارے خوشی کے چمکنے لگیں۔ یوسف سے نہ رہا گیا۔ بڑھ کر ان سے
بغلگیر ہوا۔ اور جو کچھ مسیح پر گذرا تھا۔ وہ ساری سرگذشت اس کے
گوش گذار کردی۔ مسیح سارے واقعات سن کر سخت متعجب ہوا اور
خدا تعالیٰ کی حمد کر کے یوسف کی چھاتی پر سر رکھکر رو دیا۔ تب نقودیمس
نے جو ایک لائق اور تجربہ کار طبیب تھا۔ اپنے دوست کو کہا کہ کچھ
نوش جان فرمائیں۔ چنانچہ اس نے کچھ کھجوریں اور کچھ روٹی شہد کے
ساتھ کھائی۔ پھر اس کو پینے کے لئے شراب دی گئی۔ غرض اب
یسوع میں توانائی آگئی اور وہ اس قابل ہو گیا کہ اپنے آپ
اُٹھ کر بیٹھ سکے۔"

آگے لکھا ہے کہ وہاں چونکہ زیادہ دیر تک حضرت مسیح کو رکھنا
خطرناک تھا۔ لیکن وہ خود چل کر کسی دوسری جگہ جا نہیں سکتے تھے اس لئے

یہی مناسب سمجھا گیا کہ آپ کو قریب ہی اپنے سلسلے کے مکان میں پہنچا دیا جائے۔

اب مسیحی سلسلہ کے بزرگان یہ چاہتے تھے کہ حضرت مسیح کی زندگی کا کسی کو علم نہ ہو۔ لیکن خود حضرت مسیح میں اپنے مشن کو پھیلانے کا بے پناہ جوش پایا جاتا تھا۔ چنانچہ مسیح نے کہا:۔

"مَیں موت سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ موت کی تکالیف مجھ پر وارد ہو چکی ہیں دشمن اس بات کا اعتراف کریں گے کہ خدا نے مجھے بچا لیا ہے اور اس کی مرضی یہی ہے کہ میں ہمیشہ کی موت نہ مروں۔"

چنانچہ اس نے شاگردوں کو مل کر تاکید کی

"جس کام کو میں نے اٹھایا تھا۔ تم مل کر اس کو پورا کرو۔ اور اس کو چھوڑو نہیں اور ہمیشہ خوش رہو"

یہ کہکر ان کو برکت دی اور کہا کہ

"مَیں یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ اب کہاں جاؤنگا اور سفر بھی تنہا ہی کرونگا"

قصر مسیدہ کے قرب و جوار میں پہنچکر مسیحؑ نے کہا کہ جب تک میرا باپ مجھے میرا مشن پورا کرنے کے لئے نہیں بلائیگا۔ میں اسی جگہ قیام کروں گا۔

آگے مکتوب نویس لکھتا ہے۔

یہی وہ وادی تھی جس میں وہ یحییٰ کے ساتھ پھرا کرتا تھا۔ یسوع کو اس واقعہ کے خیال نے حیران کر رکھا تھا کہ یحییٰ کو تو دشمنوں نے



قتل کر دیا۔ اور مجھے خدا نے اپنے ہاتھ سے دشمنوں کے پنجہ سے بچا لیا۔ اس میں یہی راز ہے کہ مجھے کسی خاص اور اہم کام کے لئے زندگی دی گئی ہے۔ آرام اور استراحت کے لئے نہیں۔ اس خیال میں اس کا دل بہت بے چین رہتا تھا۔ اور ہر وقت اس دُھن میں لگا رہتا تھا (کہ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے کہاں جاؤں اور کونسے ذرائع اختیار کروں۔ ناقل)

## آسمان پر جانے کی حقیقت

یروشلم کے قریب کوہ زیتون پر جب حضرت مسیح حواریوں سے جُدا ہونے لگے تو پہاڑ پر سخت کُہر چھائی ہوئی تھی۔ حواری محویت کے عالم میں جُھکے ہوئے رکوع کی حالت میں تھے۔ مسیحؑ نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا اور جلدی جلدی دُھند اور غبار کے اندر روانہ ہو گئے۔ واقف کار حواریوں کے علاوہ عام لوگ یہی سمجھنے لگے۔ کہ یسوع بادلوں میں اٹھا لیا گیا ہے اور بہشت میں داخل ہو گیا ہے اور یہ افواہ شہر میں عام مشہور ہو گئی۔

## مکتوب میں بحیرۂ مردار کے پاس وفات کا ذکر

اس میں کوئی شک نہیں کہ مکتوب کے آخر میں بحیرہ مُردار کے پاس حضرت مسیحؑ کی وفات کا ذکر موجود ہے۔ لیکن یہ محض اصل معاملہ پر پردہ ڈالنے کے لئے ہے۔ کیونکہ اگر اصل حقیقت واضح کر دی جاتی۔ کہ حضرت مسیح صلیب سے بچ کر فلاں علاقہ میں اپنے مشن کی اشاعت میں مصروف ہیں تو رومی حکومت اپنے وسیع ذرائع

کے ماتحت حضرت مسیح کو گرفتار کروانے کی کوشش شروع کر دیتی اور یہودی سردار بھی اس کوشش میں اس کا ہاتھ بٹاتے۔ لیکن اب صرف یہودیوں کے سردار کاہن نے یہ کیا۔ کہ جن لوگوں کو اس نے حضرت مسیحؑ کو بچانے کی سازش میں شریک سمجھا انہیں حکومت کو کہکر مناسب سزائیں دلوائیں چنانچہ یوسف آرمتیا کو گرفتار کر لیا گیا۔ تاریخ بائبل از پادری بلیکی میں لکھا ہے کہ یہودیہ کا گورنر پیلاطوس بھی حضرت مسیح کو بچانے کے الزام میں حکومت کے زیر عتاب تھا؎ بلکہ بعض روایات کی رُو سے اسے اپنے عہدہ سے الگ کر کے قید میں ڈال دیا گیا تھا۔

**ضرور تھا کہ حضرت مسیحؑ کا مِشن پُورا ہوتا**

ایک زبردست قرینہ اس امر پر کہ بحیرہ مُردار کے پاس حضرت مسیحؑ کی وفات کا ذکر محض اخفا کی خاطر تھا۔ یہ بھی ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ صلیبی موت سے نجات کے بعد خود یہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے دوبارہ زندگی محض ملی ہی اس لئے ہے۔ کہ مَیں اپنے مِشن کی تکمیل کر سکوں۔

نیز آپ کی اپنی پیشگوئی اناجیل میں موجود ہے کہ میری اور بھی بھیڑیں ہیں۔ جن کے پاس میں نے جانا ہے۔ لہذا اگر مکتوب نویس یہ لکھدیتا۔ کہ حضرت مسیحؑ اب فلاں علاقہ میں ہیں تو سکندریہ کے مسیحی

؎ صفحہ ۴۹۶



فوراً وہاں پہنچ جاتے اور یقیناً رومی حکومت کو بھی تعاقب کرنے کا موقعہ مل سکتا۔

اب دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت سے نجات کے بارہ میں جو دلائل پیش کئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صداقتوں کے سرچشمہ اللہ تعالےٰ کی ذات سے براہ راست علم حاصل کر کے پیش کئے ہیں۔ کیونکہ یہ مکتوب جو واقعہ صلیب کے صرف سات سال بعد ایک عینی شاہد نے لکھا۔ اس سے آپ کے بیان فرمودہ نتائج کی لفظ بلفظ تصدیق ہوتی ہے۔

---

# حضرت مسیح کی عمر کے متعلق قرون اولیٰ

## کے عیسائیوں کا عقیدہ

**دوسری شہادت**

دوسری شہادت اس امر کی کہ حضرت مسیح ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ یہ ہے کہ دور اول کے عیسائیوں میں ایسے لوگ موجود تھے جو یہ مانتے تھے کہ آپ نے جوانی اور بڑھاپے کے ادوار سے گذر کر وفات پائی ہے۔ چنانچہ ارلی چرچ ہسٹری میں لکھا ہے

According tales current in the days of Papias, the Lord lived to a great age. (Early History Of The Christian Church By Duchesne)

یعنی دوسری صدی عیسوی کے کلیسائی بزرگ پاپیاس کے زمانہ میں ایسی روایات مشہور تھیں کہ مسیح نے لمبی عمر پائی"۔

یاد رہے کہ پاپیاس یوحنا رسول کے شاگرد تھے۔

۲۔ مشہور بائبل سکالر جیمس مافٹ لکھتے ہیں

Similarly any thing else Irenaeus



quotes from the presbyters who are claimed to have been in touch with the apostle John, is of a singularly unapostolic character; not only this tradition that Jesus died when he was in his etas Senior, i.e over forty or fifty. (An Introduction To The Literature of the New Testament. By James Moffat page 609.)

یعنی دوسری صدی عیسوی کے کلیسائی بشپ مقدس ایرینئس (IRENAEUS) نے ان کلیسائی پیشواؤں سے ایک روایت درج کی ہے جو کہ یوحنا سے تعلق رکھنے والے تھے۔ کہ مسیح نے بڑھاپے کی عمر میں وفات پائی۔ عمر کا یہ حصہ چالیس پچاس سال کے اوپر کا ہے۔

جیمس مافٹ نے اس احتمال کا اظہار بھی کیا ہے کہ یہ روایت پاپیاس سے منقول ہے جو کہ یوحنا حواری کے ایک شاگرد تھے اسی طرح محقق مذکور نے ایشیائی پیشوایان کلیسا کی جو کہ یوحنا سے وابستہ تھے۔ یہ روایت بھی نقل کی ہے۔

Irenaeus also infers either from the forth Gospel or from the Asiatic presbyters who claimed to represent John's tradition, that Jesus did not die till the

reign of Cladius.

یعنی حضرت مسیح شہنشاہ روم کلاڈیس کے عہد تک زندہ تھے فوت نہ ہوئے تھے گویا سنہ ۴۱ء تک آپ کی زندگی کی شہادت ملتی ہے۔ یہ روایت یا تو انجیل سے اخذ کی گئی اور یا ایشیائی بزرگان کلیسیا سے جو کہ اس بات کے مدعی تھے۔ کہ یوحنا حواری سے ان کو ایسی روایت پہنچی ہے۔

۲۔ دوسری صدی کے کلیسیائی بزرگ بشپ ارینیس اپنی کتاب "ردِ بدعات" میں لکھتے ہیں:۔

Therefore he passed through every stare of life: he was made an infant for infants, a child among children, an example also to them of filial affection, a yong man amongst the yong. So also amongst the older men, that he might be a perfect master for all.

(Document Of The Christian Church by Henry Bettenson page 43)

یعنی حضرت مسیح چونکہ نسل انسانی کے لئے اسوۂ کامل بن کر آئے تھے۔ اس لئے ان کا بچپن بچوں کے لئے، ان کی جوانی جوانوں کے لئے



اور ان کا بڑھاپا بوڑھوں کے لئے نمونہ ہے۔ وہ زندگی کے ہر دور سے گذرے تاکہ لوگ ان کے نمونہ سے اپنے لئے رہنمائی حاصل کر سکیں"

یہی بشپ پھر لکھتے ہیں:۔

"تیس سے چالیس سال تک کا دورِ زندگی عالمِ جوانی سے تعلق رکھتا ہے۔ سب لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ یسوع مسیح اس دور سے گذرے اور اس کے بعد بڑھاپے کے دور میں بھی جو کہ چالیس سال کے بعد یا پچاس سال سے پہلے بہر حال شروع ہو جاتا ہے۔ یسوع مسیح تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس دورِ زندگی کی شہادت انجیل سے بھی ملتی ہے۔ بلکہ وہ تمام کلیسائی پیشوا جو یوحنا حواری کے ساتھ ایشیا میں آئے یہ شہادت دیتے ہیں کہ حضرت مسیح نے بڑی عمر پائی ہے اور ان تک یہ روایت یوحنا حواری نے پہنچائی ہے[1]۔"

ان روایات سے مجبور ہو کر بشپ مذکور اور ان کے ہم خیال لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت مسیح نے ۳۳ سال کی عمر میں صلیب نہیں پائی بلکہ آپ بڑی عمر میں صلیب دیئے گئے۔ یہ تو محض صلیبی عقیدہ کو نہ چھوڑنے کا بہانہ ہے۔ اصل امر تو وہ روایات ہیں جو کہ یوحنا حواری سے مروی ہیں۔ کہ حضرت مسیح نے لمبی عمر پائی۔

---

[1] Canon and Text of the New Testament page 104-105

۴۔ سنہ ۷۰ء تا ۱۱۰ء کے دوران مقدس اگنیشیس (IGNATIUS) اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

That He (Jesus) is in the flesh ever, since his resurrection, I both knew and believe.

یعنی "میرا یقین اور ایمان ہے کہ یسوع مر کر زندہ ہونے کے بعد آج بھی اپنے جسم میں زندہ موجود ہے"[۱]

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ قرون اولیٰ کے عیسائیوں کا ایک طبقہ یہ مانتا تھا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام عمر کے ہر دور میں سے گذرے بچپن جوانی اور بڑھاپا انہوں نے پایا حضرت مسیح کے محبوب ترین حواری یوحنا فلسطین سے ہجرت کر کے ایشیائے کوچک میں آبسے۔ ان کے ارد گرد کشاں کشاں بزرگانِ کلیسیا جمع ہو گئے۔ یوحنا حواری نے بہت لمبی اور غیر معمولی عمر پائی۔ وہ بڑی دیر تک حضرت مسیح کی صحیح تعلیمات اور ان کے سچے حالات زندگی سے لوگوں کو مطلع کرتے رہے انہوں نے لوگوں کو بتایا تھا۔ کہ حضرت مسیح تینتیس سال کی عمر میں صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ آپ نے لمبی عمر پائی ہے۔ یوحنا کے بعد ان کے شاگرد "پاپیاس" نے جو کہ تابعین میں سے تھے۔ یوحنا کی روایات کو محفوظ رکھا۔ اور حضرت مسیح کی زندگی کے حالات اور تعلیمات کو پانچ جلدوں کی صورت

[۱] جیزان روم از رابرٹ گریوز و یشوعا پوڈرو صفحہ ۳۰



میں ترتیب دیا۔ بعد میں چرچ نے اس کتاب کو رد کر دیا۔ اور اس طرح یہ قیمتی خزانہ ضائع ہو گیا۔ اس کتاب کے کچھ حوالے عیسائی لٹریچر میں محفوظ ہیں

حضرت مسیح کی عمر کے متعلق یوحنا اور پاپیاس کی روایات جب دوسری صدی کے عیسائیوں کے پاس پہنچیں تو ان کو ماننے بغیر چارہ کار بھی نہ تھا۔ لیکن ان کے عقاید اس کے سراسر خلاف تھے لہذا ان میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہوا جس نے یہ کہکر مفاہمت کر لی اور اپنے دل کو تسلی دے دی کہ حضرت مسیح دراصل تینتیس سال کی عمر میں صلیب نہ دیئے گئے بلکہ بڑھاپے میں آپ صلیب پر فوت ہوئے۔ چنانچہ ایرینیس اسی مکتبِ خیال سے تعلق رکھتا تھا۔

حضرت مسیح کی عمر کے متعلق قرآن مجید نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔ یکلم الناس فی المهد وکهلاً ومِنَ الصالحین۔ یعنی حضرت مسیح نے لوگوں کے ساتھ بچپن سے لیکر بڑھاپے تک حکیمانہ کلام کیا۔ آپ بارہ سال کے بچے تھے کہ کاہن اور فریسی آپ کی باتوں کو سُن کر انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ کہولت کے متعلق حضرت امام راغبؒ لکھتے ہیں۔

الکهل من وخطه الشّیب۔ قال ویکلم الناس فی المهد وکهلاً ومن الصّالحین۔ یعنی کہولت اس عمر کو کہتے ہیں کہ جب کوئی انسان بڑھاپے سے ہمکنار ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ حضرت مسیح نے لوگوں سے مہد و کہل میں کلام کیا۔

مذکورہ عیسائی روایات قرآنی بیان کی توثیق کر رہی ہیں۔

# تصاویر حضرت مسیح ناصریؑ

## تیسری شہادت

تیسری شہادت حضرت مسیح کی ان قدیم تصاویر سے ملتی ہے جو کہ قرونِ اولیٰ میں بنائی گئیں۔ ان کے دیکھنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایسے عیسائی موجود تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ آپ بچپن جوانی اور بڑھاپے کے ادوار میں سے گذرے ہیں۔ چنانچہ ہر دورِ زندگی کی تصاویر ملتی ہیں۔ عیسائی آرٹ کی یہ شہادت قابلِ غور ہے۔

۱۔ چند تصاویر کیٹا کومز سے دستیاب ہوئی ہیں جن میں سے ایک تصویر THE CRUCIFIXION BY AN EYE WITNESS شائع کردہ انڈو امریکن بُک کمپنی شکاگو نے شائع کی ہے۔ اس تصویر میں ایک نوجوان اسرائیلی کے خدوخال پیش کیئے گئے ہیں۔ سر کے بال کندھے پر پڑ رہے ہیں۔ آنکھیں روشن اور ریش مبارک ترچھی ہے۔ پس منظر میں ایک روشن ستارہ دکھلایا گیا ہے جو کہ حضرت مسیح کی بعثت کی علامت ہے۔ کیونکہ تورات میں لکھا تھا۔ کہ یعقوب میں سے ایک ستارہ نکلے گا اور حضرت مسیح کی بعثت پر بھی ایک غیر معمولی روشن ستارہ نمودار ہوا۔

۲۔ دوسری تصویر قدرتی نقوش پر مشتمل ہے جو کہ اس کپڑے پر منقش



ہو گئی جس میں قیمتی مرہمیں لگانے کے بعد حضرت مسیح کو صلیب سے اُتارنے کے بعد لپیٹا گیا تھا اور جو کہ نسلاً بعد نسلٍ عیسائی دنیا کے پاس محفوظ چلا آتا ہے۔ پوپ نہم نے گواہی دی ہے کہ یہ تصویر کسی انسانی ہاتھ نے نہیں بنائی"۔ اس تصویر میں ایک نوجوان اسرائیلی کے نقوش ہیں۔ جس کے گیسو کندھوں پر پڑ رہے ہیں۔

۳۔ بڑھاپے کی تصویر مقدس پطرس کے گرجا میں رکھی ہوئی ہے انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا میں JESUS CHRIST زیر جو مقالہ دیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ تصویر اشاعت پذیر ہوئی اس تصویر کے نیچے یہ نوٹ دیا گیا ہے۔

"یہ تصویر روم کے مقدس پطرس کے گرجا میں قدیم یادگار میں رکھی ہوئی ہے۔ جو کہ ایک کپڑے پر بنائی گئی ہے۔ اس تصویر کی تاریخ یقینی طور پر دوسری صدی عیسوی تک پیچھے جاتی ہے"۔

یہ تصویر منہ بولتی گواہی ہے اس امر کی کہ حضرت مسیح ناصری نے لمبی عمر پائی اور بڑھاپے میں وفات پائی۔ اور یہ کہ عیسائی عقیدہ کے مطابق تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں آپ ہرگز ہرگز آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ اس تصویر کے نقوش سے بڑھاپے کے آثار نمایاں ہیں۔ سر کے بال جو کہ جوانی میں کندھوں کو چھوتے تھے ضعیفی کے باعث بالکل جھڑ چکے ہیں، آنکھیں بند ہیں۔ جو ظاہر کرتی ہیں کہ اس تصویر میں وفات

کے وقت چہرہ کے نقوش نمایاں کئے گئے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اس تصویر کو دیکھنے کے بعد ہر منصف مزاج عیسائی یہ ماننے پر مجبور ہوگا کہ وہ ابتدائی عیسائی جن کی تحویل میں یہ تصویر تھی۔ ہرگز اس عقیدہ کے حامل نہیں تھے کہ حضرت مسیح ناصری تینتیس سال کی عمر میں، آسمان پر اُٹھائے گئے تھے بلکہ ان کا یقیناً یہی عقیدہ تھا۔ کہ آپ نے بُوڑھے ہونے کی حالت میں وفات پائی۔ اس تصویر کے مصوروں نے اس عقیدہ کی ترجمانی نہایت ہی احسن طریق پر کی ہے

---
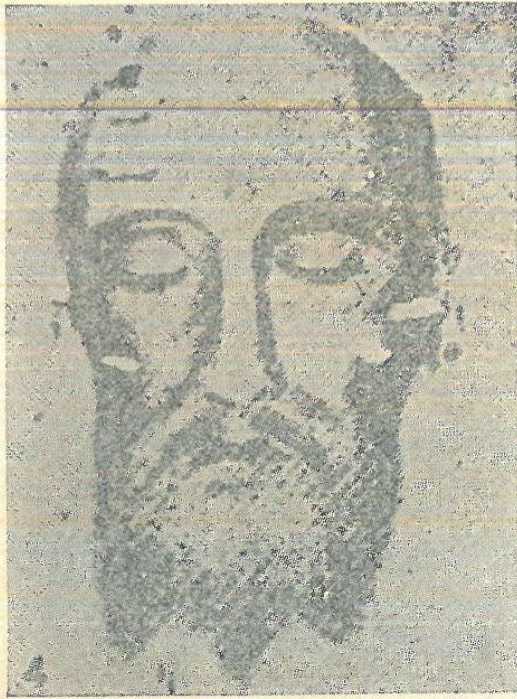
حضرت مسیح کے بڑھاپے کی تصویر جو انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا میں شائع ہوئی۔

حضرت مسیح کی جوانی کی تصویر جسکے نقوش اس تصویر سے بالکل ملتے ہیں جو ''کفن'' کے کپڑے پر منقش ہو گئی۔

# حضرت مسیح کے کفن پر تحقیق

## چوتھی شہادت

۱۹۵۷ء میں جرمن سائنسدانوں کی ایک پارٹی نے متواتر آٹھ سال تک حضرت مسیح علیہ السلام کے کفن پر تحقیقات کر کے دُنیا کو محوِ حیرت کر دیا۔ جب انہوں نے یہ ثابت کیا۔ کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد جب کفن میں لپیٹے گئے تو وہ زندہ تھے۔ فوت نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ اس تحقیق سے متعلق سکنڈے نیویا کے ایک مشہور اخبار STOCK HOLMTIDININGEN نے مورخہ ۲ اپریل ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں CHRISTER IDERLUMD ایڈیٹر کا ایک مضمون مندرجہ ذیل عنوان کے ماتحت شائع کیا ہے

### کیا مسیح صلیب پر فوت ہوئے

"جرمن سائنسدانوں کا ایک گروہ آٹھ سال سے مسیح کے کفن کے متعلق تحقیق کر رہا تھا جس کا نتیجہ حال ہی میں پریس کو بتایا گیا ہے۔ کہ مسیح کا دو ہزار سالہ پُرانا کفن اٹلی کے شہر ٹورن (TURIN) میں ملا ہے۔ اس پر مسیح کے جسم کے نشانات ثبت ہیں۔

سائنسدانوں نے اپنی تحقیق سے پوپ کو مطلع کیا ہے مگر پوپ اب تک خاموش ہے۔ کیونکہ اس تحقیق کے نتیجہ میں کیتھولک چرچ کی مذہبی تاریخ کا اہم راز منکشف ہو کر رہ گیا ہے۔ تصویر کشی کے فن کی

اس چادر کی تصویر جسمیں حضرت مسیحؑ کو صلیب سے اتارا جانے کے بعد اُن کے جسم پر ادویات مل کر لپیٹا گیا تاکہ انہیں ہوش میں لایا جائے۔ دوائی کی وجہ سے حضرت مسیحؑ کے جسم اور زخموں سے بہنے والے خون کے نشانات چادر پر ثبت ہو گئے جن سے سامنے کی جانب اور پشت کی جانب کی تصویر وجود میں آئی۔ پشت کی جانب کا حصہ تصویر میں اوپر اور سامنے کا حصہ نیچے ہے

چادر پر اس خون کا نشان جو حضرت مسیحؑ کی پسلی سے ایک رومی سپاہی کے بھالا چبھونے پر چادر میں لپیٹا جاتے کے بعد بھی جاری رہا خون کا بہنا حضرت مسیحؑ کی زندگی کی گواہی دے رہا ہے کیونکہ مردہ کے جسم سے خون نہیں بہتا۔

مدد سے سائنسدانوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس چیز کو لوگ دو ہزار سال سے معجزہ خیال کرتے تھے وہ بالکل طبعی واقعہ ہے اور وضاحت سے ثابت کیا ہے کہ مسیح ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔

مسیح کے کفن کا مسئلہ ایک ہزار سال تک زیر بحث رہا ہے ۴۳۶ء میں ملکہ ENDOXI نے یہ کپڑا قسطنطنیہ بھیجا۔ اس سے قبل یہ کپڑا کیتا کو میز کے پاس تھا۔ سات سو سال تک یہ قسطنطنیہ میں ہی رہا آخر کار DE LA ROCHE نے حملہ کر کے اس کپڑے کو چھین لیا جب آگ لگی تو یہ کپڑا چاندی کے صندوق میں بند تھا۔ چاندی کے پگھلنے سے خفیف سا دھندلا ہو گیا مگر مسیح کے جسم کے دوسرے نشانات پھر بھی اس پر باقی رہے۔

اہل فرانس نے اس کپڑے کی نمائش سے خوب دولت کمائی فرانس سے یہ کپڑا ٹورن (TURIN) منتقل کیا گیا۔ اور ہر ۳۳ سال کے بعد اس کی نمائش ہوتی رہی۔ ۱۸۹۸ء میں اٹلی کے ایک وکیل پیا (PIA) نے اس کپڑے کی تصویر لی۔ جب تصویر کو DEVELOP کرنے کے بعد سورج کی روشنی میں عکس NEGATIVE کو دیکھا تو اس کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ کیونکہ یہ بعینہ مسیح کی شبیہ تھی جب منفی NEGATIVE کو مثبت POSITIVE میں تبدیل کیا گیا۔ تو یہ وہی شخص تھا جس کی شکل ۱۹۰۰ سال سے کسی نے نہیں دیکھی۔



۱۹۳۱ء میں کپڑے کی دوبارہ نمائش ہوئی تو GUISEPEENRIC فوٹوگرافر نے ایک بہت بڑے پادری کی موجودگی میں چھ ہزار اور بیس ہزار وولٹ بجلی کی روشنی کی مدد سے پھر تصویر لی۔ اس فوٹو نے ایک سنسنی خیز حقیقت کا انکشاف کیا اور اس بات کو دوبارہ ثابت کر دیا جو پیا (PIA) نے ظاہر کی تھی۔ فوٹو میں دی ہوئی تصویر بعینہ وہی ہے جو دو ہزار سال سے آج تک چرچ آرٹ مسیح کی شبیہ کے متعلق بیان کرتا آیا ہے۔

جب ایک انسان اس تصویر کو دیکھتا ہے۔ جو کتاب HANS NABER VERLAG مصنفہ DAS LINNER KURT BERNA STULTGART میں ہے تو بہت آسانی سے چرچ کے ردعمل کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ پوپ نہم نے کہا ہے کہ یہ تصویر کسی انسانی ہاتھ نے نہیں بنائی"۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ تاریخ اور کپڑا تائید کرتے ہیں کہ یہ مسیح کا فوٹو ہے۔ کپڑے کے دھاگوں کی ساخت اور تانا بانا بتاتا ہے کہ یہ ویسا ہی کپڑا ہے جو پومپی آئی میں پائے گئے تھے۔

کپڑے کے دوسرے نشانات ظاہر کرتے ہیں کہ کپڑے کا نصف حصہ مسیح کے جسم پر لپیٹا گیا تھا اور باقی نصف سر پر۔ پھر مسیح کے جسم کی گرمی اور دوائی کے عمل نے جسم کے نشانات کو کپڑے میں نقش کر دیا اور مسیح کا تازہ خون کپڑے میں جذب ہو کر نشان بن گیا۔ کانٹوں کا تاج پہننے سے مسیح کی پیشانی اور گدی پر جو نشان آئے۔ مسیح کا متورم دایاں کلّہ

داہنیں پہلو پر بھالے کا گہرا نشان کیل کے زخموں سے نکلے ہوئے خون کے نشان ۔ کمر پر صلیب کی رگڑ کے نشان یہ سب چیزیں فوٹو میں دیکھی جا سکتی ہیں مگر سب سے تعجب انگیز حقیقت یہ ہے کہ منفی فوٹو نے مسیح کی بند آنکھوں کو دو کھلی آنکھوں میں ظاہر کیا ہے

تصویر یہ بھی بتاتی ہے کہ کیل ہتھیلی میں نہیں بلکہ کلائی کے مضبوط جوڑوں میں لگائے گئے تھے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بھالے نے مسیح کے دل کو ہرگز نہیں چھوا ۔ بائبل کہتی ہے کہ مسیح نے جان دیدی مگر سائنسدان مُصر ہیں کہ دل نے عمل کرنا بند نہیں کیا تھا ۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک گھنٹہ تک مسیح کے بے جان لٹکے رہنے سے خون کو خشک ہو کر ختم ہو جانا چاہیئے تھا اور اس صورت میں خون ہرگز کپڑے میں نہ آتا مگر کپڑے کا خون کو جذب کرنا بتاتا ہے کہ مسیح صلیب پر سے اتارے جانے کے وقت زندہ تھے ۔"

ناظرین کی آگاہی کے لیئے اس امر کا ذکر کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مسیح کے کفن سے متعلق اس تحقیق کی پوری تفصیل کرٹ برنا (KURT BERNA) کی تصنیف داس لینن (DAS LENIN) میں موجود ہے

نیز حال ہی میں نیویارک سے اس سلسلہ میں ایک کتاب ہولی شرؤڈ THE HOLY SHRDUD) شائع ہوئی ہے پوپ نہم کی طرح اس کتاب میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ کفن پر آئینوائی منفی تصویر (NEGATIVE) کے بنانے میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہو سکتا کیونکہ منفی تصویر کا تصور کیمرہ کی ایجاد کے بعد ہوا ہے اور کفن کی چادر کیمرہ کی ایجاد سے پہلے ہی موجود تھی ۔



# انجیل کے نئے نسخوں میں ترمیمات

## پانچویں شہادت

ہو سکتا ہے کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اگر حضرت مسیح تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر نہیں گئے تو انجیل مرقس اور لوقا کے آخر میں اور اعمال الرسل کے شروع میں مسیح کے آسمان پر جانے کا ذکر کیسے داخل ہو گیا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک پہلے لوگ تو ایسے خیالات رکھنے پر مجبور تھے ۔ کیونکہ سنہ ۱۶۱۱ء کے آتھورائیزڈ ورشن (AUTHORISEDVERSION) مصدقہ نسخہ میں یہ سب بیانات شامل تھے ۔ لیکن اس کے بعد عیسائی محققین اناجیل کے پرانے نسخوں کی چھان بین کرنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے ۔ اس کی بنا پر انہوں نے صاف اقرار کیا ۔ کہ حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کی روایات ثقہ نہیں چنانچہ سنہ ۱۸۸۱ء میں ریوائزڈ ورشن (REVISED VERSION) "ترمیم شدہ نسخہ" کے نام سے جو ایڈیشن شائع کیا گیا اس میں ان آیات کے حاشیہ پر یہ نوٹ دیا گیا ۔ کہ بعض بہترین اور مستند نسخوں میں مسیح کے آسمان پر جانے والے بیانات نہیں ملتے ۔ پھر سنہ ۱۹۴۶ء میں چالیس پروٹسٹنٹ فرقوں نے مل کر اناجیل کا جو تازہ ایڈیشن (REVISED STANDERD VERSION) "نیا معیاری ترجمہ" کے نام سے

شائع کیا۔ اس میں مرقس کے آخر سے مسیح کے آسمان پر جانے کے ذکر
کو متن سے خارج کر کے باریک ٹائپ میں حاشیہ میں اس نوٹ کے
ساتھ دیدیا گیا۔ کہ یہ ذکر بھی کچھ نسخوں اور ان کے تراجم میں ملتا ہے
اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ کچھ دوسرے نسخوں میں ان آیات کی بجائے
یہ ذکر ہے کہ خود حضرت مسیح نے حواریوں کی معرفت مشرق سے مغرب
تک اپنے دین کی مقدس اور لازوال منادی پھیلائی۔

گویا تین قسم کے نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ بہترین اور قدیم نسخوں
میں حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کے بیانات شامل نہیں۔ پھر بعض
نسخے ایسے ملتے ہیں جن میں مرقس کی آخری بارہ آیات کی بجائے مذکورہ
عبارت پائی جاتی ہے کہ حضرت مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد حواریوں
کی معرفت مشرق و مغرب میں تبلیغ کی۔ اور کچھ نسخے ایسے ملے ہیں۔ جن
میں آپ کے آسمان پر جانے کا ذکر ہے۔

انجیل کے اس ترمیم شدہ نسخہ میں جو کہ ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن کے
نام سے موسوم ہے متن کے لئے صرف ان نسخوں کو قابل قبول سمجھا گیا
جن میں حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کے بیانات شامل نہیں کیونکہ
یہ نسخے اعلیٰ اور قدیم ترین متن پر مشتمل ہیں۔

لوقا کے آخر میں جہاں یہ لکھا تھا کہ حضرت مسیح حواریوں سے جدا
ہو گئے اور آسمان پر اٹھائے گئے اور حواریوں نے انہیں سجدہ کیا وہاں
متن میں اب یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح ان سے جدا ہو گئے۔ آسمان پر



جانے اور سجدہ کرنے کے بیانات حذف کر دیئے گئے۔ کیونکہ یہ بیانات
قدیم ترین نسخوں میں شامل نہیں۔ اس ترمیم سے صاف ظاہر ہے۔ کہ
حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد حواریوں سے محض جدا ہوئے تھے
آسمان پر نہیں گئے تھے۔

انجیل کا ایک قدیم نسخہ آرمینیہ سے برآمد ہوا ہے اس نسخہ میں
مرقس کی آخری بارہ آیات (۹ تا ۲۰) درج ہیں جن میں صعود مسیح کا واقعہ
آیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ آیات دوسری صدی
عیسوی کے کلیسیائی بزرگ ارسٹن نے تحریر کی ہیں[1]۔ اس فیصلہ کن نوٹ
نے صدیوں کی اس بحث کا خاتمہ کر دیا کہ یہ آیات مرقس نے لکھی ہیں یا کسی
اور نے۔ انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے۔ کہ یہ آیات یونانی۔ لاطینی سریانی
اور آرمینی زبان کے مستند قدیمی نسخوں میں بھی شامل نہیں ہیں[2]۔ مشہور
بائبل سکالر سی۔ آر۔ گریگری اپنی کتاب کینن اینڈ ٹیکسٹ آف دی
نیو ٹسٹامنٹ میں لکھتے ہیں۔

"یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ آیات نمبر ۹ تا ۲۰ کہاں سے آگئیں
چند سال پہلے اس سوال کا جواب کوئی شخص نہیں دے سکتا تھا لیکن اب
ہمارے پاس اس کا جواب موجود ہے۔ فریڈرک کارن والس کان بیر

ف[1] کانسائز بائبل کومنٹری از لوتھر کلارک صفحہ ۲۷۶

ف[2] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ بائبل ایڈیشن ۱۴ صفحہ ۵۱۹۔

کو ایک قدیم آرمینی نسخہ ملا ہے جس میں مرقس کی ان بارہ آیات کو پریسبٹر ارسٹن کی طرف منسوب کیا گیا ہے - اب شک کی کوئی وجہ نہیں کہ ان آیات کا مصنف مرقس نہیں بلکہ یہی شخص ہے " ص۵۱۱

یہ عجیب بات ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کے اسرار میں سے ایک عظیم الشان سر کہ یہ نسخہ عین اس زمانہ میں دستیاب ہوا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کا چار دانگ عالم میں اعلان کر دیا تھا یعنی سنہ ۱۸۹۰ء میں - ایک دوسرا مشہور نسخہ اس سے چار سال قبل سنہ ۱۸۸۶ء میں مشہور بائبل سکالر سی - آر گریگری کو کوہ ایتھاس سے ملا جو اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت اقدس یقیناً یقیناً خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان فرستادہ تھے - کیونکہ اِدھر آپ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اُدھر تصرفات الٰہیہ کے ماتحت عین اسی زمانہ میں صدیوں پیشتر کی پرانی اناجیل برآمد ہونا شروع ہو جاتی ہیں -

نسخہ ایتھاس کا تعارف کراتے ہوئے مشہور بائبل سکالر سی آر گریگری نے اپنی کتاب Canon and text of The New Testament جو کہ سنہ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی لکھا ہے -

A manuscript I found at Mount Athos twenty years ago continues after the (Greek word gar) "yap": And all the things announced to those about Peter briefly, they spread abroad. And after that Jesus also himself appeared from east, and upto west, He sent out by them the sacred and incorrupted preaching of the eternal salvation.

Amen.



یعنی ایک نسخہ مجھے آج سے بیس سال قبل موُنٹ ایتھاس میں ملا ہے جو مرقس ۱۶/۸ کے بعد یوں شروع ہوتا ہے -

" یسوع کی فرمودہ تمام باتیں ، پطرس کے ساتھیوں کو مختصر طور پر پہنچا دی گئیں - انہوں نے انہیں مختلف اطراف میں پھیلا دیا اس کے بعد یسوع خود بھی مشرق سے ظاہر ہوُا - اور اس نے ان لوگوں کے ذریعہ مقدس ، بے عیب ، دائمی نجات کی تعلیمات کو مغرب تک پہنچایا آمین "

بعض نسخوں میں کوہ ایتھاس کے نسخہ کے مقابلہ پر الفاظ میں کچھ تبدیلی ہے - ان نسخوں میں لکھا ہے -

" لیکن تمام باتیں جن کا انہیں حکم دیا گیا تھا انہوں نے مختصر طور پر پطرس کے ساتھیوں کو بتلا دیں - اور ان واقعات کے بعد یسوع خود بھی ظاہر ہوُا - اور مشرق سے لے کر مغرب تک ان کی معرفت ہمیشہ کی زندگی کی پاک اور لازوال منادی پھیلائی "[1]

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ایڈیشن نمبر ۱۴ ص۵۱۹ زیر لفظ بائبل -

بعض نسخوں میں "یسوع خود بھی ظاہر ہوا"[1] کے الفاظ کی بجائے یہ لکھا ہے۔ کہ یسوع نے خود بھی ان کی معرفت مشرق و مغرب میں منادی پھیلائی۔[1]

چنانچہ اردو اناجیل کے حاشیہ پر بھی یہ عبارت درج کر دی گئی ہے۔

"اور جو انہیں فرمایا گیا تھا وہ سب انہوں نے پطرس کے ساتھیوں کو مختصر طور پر سُنا دیا۔ اور اس کے بعد خود یسوع نے بھی ان کی معرفت مشرق سے مغرب تک ہمیشہ کی زندگی کی پاک اور لازوال منادی پھیلائی۔"[2]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ الفاظ میں اس تغیر و تبدل کا باعث کیا ہے؟ تو واضح ہو کہ اناجیل اربعہ کی کتابت میں یہ ایک عام بات ہے۔ کہ کاتب جب نئے نسخے تیار کرتے تھے۔ تو جن باتوں کو وہ اپنے عقائد کے خلاف سمجھتے انہیں بے تکلفی سے بدل دیتے تھے۔ متن اناجیل میں پانچ ہزار تبدیلیوں کا عیسائیوں کو خود اقرار ہے۔[3]

بعض دفعہ نسخہ انجیل کے حاشیہ پر کچھ باتیں لکھ دی جاتیں

---

[1] نیو ورلڈ ٹرانسلیشن صفحہ ۱۸۳

[2] نیا عہد نامہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی شائع کردہ در ۱۹۰۸ء

[3] THE BIBLE TODAY PAGE 151



جن کو دوسرے کاتب متن کا جزو بنا لیتے۔ اس وقت تک یونانی نئے عہد نامہ کے تقریباً ۴۸۰۰ قدیم نسخے مل چکے ہیں۔ جن کا متن ایک دوسرے سے مختلف ہے۔[1]

احباب کی آگاہی کے لئے اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ نسخہ ایتھاس میں انجیل مرقس کے آخر میں دونوں قسم کی عبارتیں درج ہیں۔ پہلے حضرت مسیح کے مشرق سے ظہور کا ذکر ہے۔ اس کے بعد موجودہ بارہ آیات دے دی گئی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیح کے آسمان پر جانے کا ذکر بھی چونکہ کلیسیا کی مرضی سے بشپ ارسٹن نے شامل کتاب کیا تھا۔ اس لئے بعد میں آنے والے عیسائی یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ کس بیان کو کتاب میں درج کیا جائے اور کس کو نکال دیا جائے۔ البتہ بعض لوگوں نے جرأت کر کے حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے والی آیات کی صحیح تاریخ بیان کر کے اصل حقیقت واضح کر دی۔[2]

واضح رہے۔ کہ لوقا کے آخر میں رفع الی السماء کا ذکر بھی مسلمہ طور پر بعد کی ایزادی ہے۔ یہ ذکر چھٹی صدی کے نسخہ بیزائی چوتھی صدی کے نسخہ سینا۔ سریانی زبان کے بہترین نسخہ سی آئی "S

---

[1] HOW THE BIBLE CAME TO US
PAGE 143 TO 145

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے۔ انجیل مرقس کا آخری باب مصنفہ جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری

لاطینی زبان کے قدیم نسخوں "ITALA" میں شامل نہیں ؂
مرقس اور لوقا کے بعد انجیل یوحنا میں لکھا ہے کہ
"مسیح جو کہ آسمان میں ہے۔" ۳/۱۳
یہ آیت بھی الحاقی ہونے کے باعث متن سے خارج کر دی گئی
(ملاحظہ ہو ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن)

اسی طرح اعمال الرسل کے پہلے باب میں دو جگہ صعود مسیح کا ذکر ہے۔ پہلے ذکر کے متعلق انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ بیان اس شخص نے داخل کیا ہے۔ جس نے لوقا کے آخر میں حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کا بیان بڑھایا۔ (زیر لفظ بائبل۔ ذیلی عنوان "ACTS")
اتنی تبدیلیوں کی موجودگی میں دوسرا بیان بھی ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے۔

---

؂ How the Bible came to us page 143–145.

# وادیٔ قمران کے صحیفے

## چھٹی شہادت

حضرت مسیح ناصری کے عقاید و صلیبی موت سے نجات کے متعلق ایک زبردست شہادت

اللہ تعالیٰ نے یہ پیدا کی ہے کہ حال ہی میں بحیرہ مردار کے مغربی ساحل پر وادی قمران کے غاروں میں سے دو ہزار سال کے پرانے صحیفے برآمد ہوئے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عقائد وہی تھے جو قرآن کریم نے ان کی طرف منسوب کئے ہیں اور یہ کہ یہود کے ہاتھ سے بچکر حضرت مسیح یوروشلم سے ہجرت کر گئے اور دنیا کے وسیع میدانوں میں آپ نے سیاحت کی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں ایک بدو وادی قمران میں اپنی ایک بکری کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ کہ اس کی نظر ایک تنگ و تاریک دہانہ غار پر پڑی۔ اس نے اس غار کے اندر ایک پتھر پھینکا۔ جس کے گرنے کی آواز سے اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی برتن سے ٹکرایا ہے۔ دوسرے روز وہ اپنے ایک ساتھی کی مدد سے اس غار کے اندر داخل ہوا۔ تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے یہ دیکھا کہ اندر قطار در قطار مرتبان پڑے ہیں جب اس نے انہیں
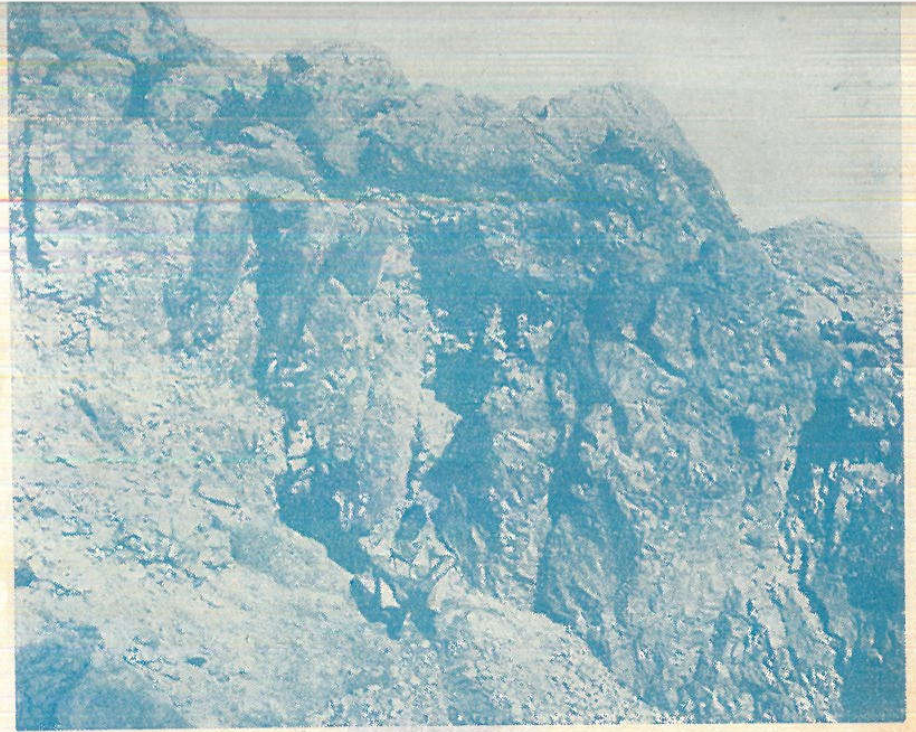
بحیرہ مردار کی وادی قمران کے وہ غار جن سے حضرت مسیح کے زمانے کے صحیفے برآمد ہوئے ہیں۔ اور جو آپ کے صلیبی موت سے بچنے پر روشنی ڈالتے ہیں۔

وہ ظروف جن میں ابتدائی مسیحیوں نے اپنے قیمتی صحائف محفوظ کئے تھے۔

کھولا تو ان میں سے کئی ایک صحائف برآمد ہوئے۔ وہ صحائف جلد ہی ماہرین السنہ کے ہاتھوں میں آ گئے۔ چنانچہ جب انہیں پورے حزم و احتیاط اور غور و فکر سے پڑھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ صحائف دو ہزار سال کے پرانے ہیں اور پہلی صدی عیسوی کے ان مظلوم عیسائیوں کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے ہیں جو یہود نامسعود کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر وادی قمران میں اپنے ایسینی بھائیوں کے ساتھ مل کر آباد ہو گئے تھے۔ اس وادی میں وہ کھیتی باڑی بھی کرتے تھے۔ یہاں انہوں نے اپنی عبادت گاہ بھی بنا رکھی تھی جس میں وہ اکٹھے ہو کر عبادت کیا کرتے تھے اور اپنے مقدس نوشتوں کو قلمبند کر کے محفوظ کرنے کا کام بھی کرتے تھے۔ جوزیفس کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایسینی جماعت کے ہر ممبر کو یہ عہد کرنا پڑتا تھا کہ

"میں ہمیشہ پوری دیانتداری اور احتیاط سے صحائف اور نوشتوں کو محفوظ اور مخفی رکھوں گا۔"

یہ ایسینی بعد میں عیسائیت میں جذب ہو گئے چنانچہ قرون اولیٰ کے چرچ فادر ایسینی تحریک کو عیسائیت ہی کی ایک فرع سمجھتے ہیں۔

۶۸ء میں جب رومیوں نے یروشلم کے ارد گرد کے علاقہ کو فتح کر لیا۔ اور ایسینیوں کے علاقہ میں قتل و غارت شروع کر دی تو اہل قمران نے اپنی عظیم الشان لائبریری قریب ہی غاروں میں منتقل کر دی اور غاروں کا منہ بڑے بڑے پتھروں سے بند کر دیا اور خود اپنے مرکز کو خالی کر کے شرق اردن اور شمالی عرب میں



آ کر آباد ہو گئے۔[1]

۱۹۴۷ء سے لیکر اس وقت تک وادی قمران کی اڑھائی سو غاروں کو کھولا گیا ہے۔ جن میں سے گیارہ غاروں سے بیش بہا نایاب اور قیمتی صحائف برآمد ہو چکے ہیں۔ ان صحائف میں جو کہ عبرانی فونیشی آرامی اور یونانی میں چمڑے اور پیپرس پر لکھے ہوئے ہیں۔ ایک صحیفہ ایسا بھی ملا ہے۔ جو عبرانی۔ یونانی۔ فونیشی اور بعض مخفی حروف کے امتزاج سے لکھا گیا ہے۔ خیال ہے۔ کہ اس میں اہل قمران کی بعض خفیہ اور پُر اسرار باتیں درج ہیں۔[2]

وادی قمران سے جو سکّے برآمد ہوئے ہیں ان سے یہ نتیجہ نکالنے میں مدد ملتی ہے کہ ایسینی فرقہ کے لوگ یہاں دوسری صدی قبل مسیح میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ۶۸ء میں رومن فوج کے نشان دہم "×" کے سکّے ملتے ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ ۶۸ء میں رومن فوج نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا اور یہاں کے رہنے والے بیشتر افراد یہ علاقہ چھوڑ گئے۔ ملنے والے سکے صحیفوں کے سن تحریر پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ جن ظروف میں صحیفے بند تھے۔ بالکل اسی قسم کے

---

[1] The Dead sea Community by Kurt Schubert. Page 25

[2] The Dead Sea Community p. 9

ظروف ایسے بھی ملے ہیں جن میں پہلی صدی عیسوی کے سکے بھرے ہوئے تھے۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ صحیفے عیسوی دور کے قرن اول میں لکھے گئے۔

محققین اب واضح طور پر مانتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام السینی اخوت سے وابستہ رہے اور جب آپ وحی نبوت سے مشرف ہوئے تو قمران کے نزدیک ہی دریائے یردن کے دہانہ پر آپ نے بیعت لینا شروع کی وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری بھی السینی تحریک سے بخوبی واقف تھے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت یحییٰ کے ذریعہ اسی علاقہ میں آکر بپتسمہ لیا۔ اب اس امر کا سمجھنا کوئی دشوار نہیں کہ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کے لئے بطور ارہاص تھے۔ ان کی تبلیغ سے ایسینی فرقہ کے لوگ بہت جلد حضرت عیسیٰ کے ساتھ وابستہ ہو گئے چنانچہ اس نظریہ کی تائید عصر حاضر کے بعض بڑے بڑے محقق بھی کر چکے ہیں۔

## وادی قمران سے نکلنے والے صحائف میں کیا لکھا ہے

اب رہا یہ سوال کہ وادی قمران سے برآمد ہونے والے صحائف میں کیا لکھا ہے؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ ان صحائف میں بتکرار ایک "فرستادہ حق" کا ذکر ہے جس کو مندرجہ ذیل ناموں سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

(۱) مورہ ھاصدق (صادق استاد یا ہادئ برحق)

(۲) مقدس مسیح۔



(۳) دورس ھا توراہ (معلم توراۃ یا کاشف اسرار شریعت)

(۴) کاہن ھا قدس (مقدس کاہن)

(۵) کوکب یعقوب۔ یعنی یعقوب میں سے نکلنے والا ستارہ

(۶) ھا آسف۔ یعنی آسف نام شخص۔ آسف کے معنی اکٹھا کرنے والا کے ہیں اور حضرت مسیح اپنی بھیڑوں کو اکٹھا کرنیوالے تھے

حضرت مسیحؑ کا نام یسوع نہیں مل رہا تھا۔ اس لئے بعض لوگ کہتے تھے کہ ان اوراق میں جس صادق استاد کا ذکر ہے وہ کوئی پہلی صدی قبل مسیح کا بزرگ ہے

لیکن غار نمبر ۴ کی کھدائی سے ایسے زبور ملے ہیں جن پر سر عنوان یہ الفاظ لکھے ہیں "یشوعا کے زبور"۔ اور ایک ورق ایسا بھی ملا ہے جس میں یشوع کی ایک پیشگوئی درج ہے۔

اس انکشاف پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر جے ایل ٹیشر اپنے ایک مقالہ میں جو کہ لنڈن ٹائمز کے لٹریری سپلیمنٹ میں شائع ہوا لکھتے ہیں "یہ امر حیران کن ہے کہ باوجودیکہ یسوع کا نام صاف صاف مذکور پیشگوئی میں آیا ہے۔ پھر بھی اس حقیقت ثابتہ کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ورق پہلی صدی قبل مسیح سے تعلق رکھتا ہے

یشوعا کے زبوروں کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"غار نمبر ۴ سے زبوروں کے کچھ ایسے اوراق بھی ملے ہیں۔ جو کہ ابھی شائع نہیں ہوئے اور جن پر "یشوعا کے زبور" کا عنوان درج ہے

یہ زبور یقینی طور پر انجیل قمران کا حصہ ہیں۔[۵]

ریورنڈ ایچ ایچ رولی (H. H. ROWLY) جو کہ مانچسٹر یونیورسٹی
میں عبرانی زبان اور لٹریچر کے پروفیسر ہیں اپنے ایک لیکچر میں جو
THE DEAD SEE SCROLS FROM QUMRAN
کے نام سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا لکھتے ہیں :۔

"ڈاکٹر جے ایل ٹیشر نے اپنے مضامین میں یہ ثابت کیا ہے کہ جماعت
قمران سے مراد ابیونی عیسائی ہیں یعنی (پہلی صدی کے موحد) یہودی
مسیحی اور صادق استاد سے مراد یسوع مسیح ہیں ........ آپ
نے حال ہی میں دعویٰ کیا ہے کہ ان کے نظریہ کی تائید صحیفہ قمران کے ایک
ایسے ورق سے بھی ہوتی ہے جس میں یسوع کا نام آیا ہے"[۶]

"صادق استاد" جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے صحائف قمران سے ثابت
ہے۔ کہ وہ یروشلم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یروشلم کے کاہنوں اور
یہودیوں نے ان کی شدید مخالفت کی ان کے ماننے والوں پر عرصہ حیات
تنگ کر دیا۔ جس کی وجہ سے انہیں یروشلم کو چھوڑنا پڑا۔ وہ لوگ ان
نامساعد حالات کی وجہ سے اپنے آقا کا معروف نام لینے کی بجائے
اسے "صادق استاد" کے نام سے یاد کرتے تھے اور اس کے ماننے
والوں کو "بنی صدق" کہا جاتا تھا۔

۵ و ۶ دی ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ (لندن) ۲۱ ۸/۵۵



اوپر بتایا جا چکا ہے کہ وادی قمران کی بعض غاروں میں سے بہت
سے قیمتی صحائف برآمد ہوئے ہیں۔ چنانچہ غار نمبر ا سے جو صحائف نکلے ہیں
ان میں سے ایک صحیفہ "فسر حبقوق" یعنی تفسیر حبقوق ہے۔ اس صحیفہ میں
صادق استاد کے سب سے زیادہ حالات ملتے ہیں۔ دوسرے صحیفے کا
نام "ہدایوت" ہے یہ صادق استاد کے اپنے لکھے ہوئے عبرانی زبور
ہیں۔ اس قسم کے زبوروں پر جو کہ غار نمبر ۴ سے ملے ہیں یشوع کے زبور
کا عنوان درج ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ سب زبور حضرت مسیح ناصری
کے ہیں۔ تفسیر حبقوق میں صادق استاد کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی
جماعت کا نام "ابیونیم" ہے۔ یروشلم کے کاہن خصوصاً کاہن اعظم
جسے شریر کاہن بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اس کا سب سے بڑا دشمن ہے
یہود نے اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے گرفتار کیا اس کے
جسم کو ظلم وجور کا تختہ مشق بنایا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے موت
کے منہ سے بچا لیا۔ وہ یروشلم کو چھوڑ گیا اور کسی مخفی مقام میں اس
نے پناہ لی۔ کاہن اعظم نے اس کے پناہ لینے کی جگہ تک اس کا تعاقب
کیا۔ لیکن وہ ناکام و نامراد رہا۔ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت مسیح
ناصری واقعہ صلیب کے بعد یروشلم کو چھوڑ گئے اور دمشق چلے گئے کاہن
اعظم نے دمشق میں آپ کی گرفتاری کے لئے پولوس کو بھیجا۔ ان واقعات
کا ذکر کتاب "یسوع روم میں" بالتفصیل کیا گیا ہے

دوسرے صحیفہ یعنی ہدایوت میں "صادق استاد" کا چونکہ اپنا

کلام ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی ضیافت طبع
کے لئے۔ اس کے کلام کا لفظی ترجمہ درج کر دیا جائے۔

صادق استاد کہتا ہے:-

۱۔ اے میرے خداوند! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے میری جان
کو ہلاکت کے پھندوں سے نجات دی اور عالم اسفل سے بچا کر لازوال بلندی
پر مجھے اٹھایا۔ اب میں دنیا کے وسیع میدانوں میں سفر کرونگا۔.....
..... تو نے اس جہان گشت کے نفس کو گناہ کی آلودگیوں سے کامل طور
پر منزہ کر دیا۔ تاکہ وہ مقدسین کی جماعت میں اپنی جگہ بنالے اور جنتیوں
کے گروہ میں وہ داخل ہو جائے۔"

۲۔ اے میرے خداوند! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تیری نگاہیں میری
روح پر مرکوز ہیں۔ تو نے مجھے ان کے غضب سے بچا لیا ہے جو تیری
جھوٹی حمد کرتے ہیں۔ تو نے غریب کی جان بچائی جس کا خون وہ اُس
غرور کی تشہیر کے لئے بہانا چاہتے تھے کہ وہ تیرے عبادت گذار ہیں انہوں نے
شرپسندوں کے کہنے پر مجھے لعنت و ملامت کے لئے چنا۔ لیکن اے میرے
خدا! تو زور آور کے ہاتھ سے بچانے کے لئے غریب اور بے آسرا کی مدد کو
آ پہنچا۔ تو نے مجھے ہمت عطا کی۔ کہ ان کی شیطانی تدابیر اور ردمنوں کے
پاس مخبری کے خوف سے تیری عبادت کو ترک کرنے کے گناہ سے بچا
رہوں" (زبور چہارم)

۳۔ اے خداوند! تو مبارک ہے۔ جس نے اپنے خادم کے دل میں عرفان



کا چشمہ کھولا۔ اگر تیری رضا ہو۔ تو تو اپنی باندی[ف] کے جنے ہوئے کا
رفع کریگا۔ تاکہ وہ تیرے منتخب انسانوں میں شامل ہو اور تیرے
حضور ہمیشہ ہمیش کھڑا رہے۔ (زبور چہارم)

۴۔ پس مجھے میرے وطن سے اس طرح نکال دیا گیا۔ جیسے پرندے
کو گھونسلے سے۔ میرے عزیز و اقارب مجھے چھوڑ گئے۔ وہ مجھے ایک ٹوٹا
ہوا برتن سمجھتے ہیں۔ لیکن اے خدا تو شیطان کے تمام حربوں کو ناکام
بنا دیگا (زبور ۸ الف)

۵۔ خداوندا میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ایک غیر اور اجنبی ملک
کے سفر میں بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا..... تو بے بسی میں میرا آسرا
ہوگا۔ تو مجھے ایک اجنبی سرزمین میں لے آیا ہے۔ اے میرے خداوند
تو مجھے بنی آدم سے مخفی رکھے گا جیسا کہ تیری شریعت ان سے مخفی ہے
اس آخری لمحے تک جب تک کہ تو ان پر قطعی طور پر ظاہر نہ کر دے
کہ تو مجھے بچا لیگا۔ (زبور دہم)

مندرجہ بالا زبوروں سے بالکل واشگاف طور پر یہ ظاہر ہو رہا ہے
کہ حمد النبی کے ان گیتوں کا گانے والا حضرت مسیح کے سوا اور کوئی
نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ ہی تھے جن کو یہودیوں نے رومن حکمت

---

[ف] باندی سے مراد حضرت مریم ہیں۔ کیونکہ انجیل میں لکھا ہے۔ کہ
مریم خداوند کی باندی ہے۔ لوقا ۱/۳۸

کے ذریعہ سخت سے سخت جسمانی اذیتیں پہنچا کر صلیب پر لٹکوایا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو صلیب سے نجات دے کر تندرستی عطا کی۔ تو آپ اپنی جان بچانے کے لئے روپوش ہو گئے تو ظالم کاہن نے آپ کا پیچھا کیا اور آپ کی گرفتاری کے لئے دمشق میں پولوس کو ایک دستہ دے کر روانہ کیا۔

پھر آپ ہی تھے جو اللہ تعالیٰ کی ایک باندی کے فرزند تھے کیونکہ حضرت مریم دین کے لئے وقف تھیں۔ آپ ہی تھے جنہیں اپنے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اور آپ ہی وہ غریب الوطن تھے جن کی اجنبی ملک میں اللہ تعالیٰ نے دستگیری کی اور دشمنوں کی دست بُرد سے بچایا۔

معزز حضرات! یہ زبور ہم نے بطور نمونہ مُشتے از خروارے درج کئے ہیں۔ اگر ساری تحریرات درج کی جائیں تو ان کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہوگی۔ مگر بہرحال ان سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ واقعات حضرت مسیحؑ کے حالات پر پوری طرح چسپاں ہوتے ہیں[1]۔

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مسیح اور قرآن مصنفہ جناب شیخ عبد القادر صاحب لائلپوری۔



# ہجرتِ مسیحؑ کا ذکر از روئے اناجیل

## اور محقق عُلَمَاء کی تشریحات

### ساتویں شہادت

حضرت مسیحؑ کی فلسطین سے ہجرت پر روشنی ڈالنے کے لئے ایک اہم ثبوت اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فراہم کیا۔ کہ خود مسیحی علماء نے پوری چھان بین اور عرقریزی سے قدیم سریانی، یونانی اور لاطینی نسخوں کے پیش نظر انجیل پر نظر ثانی کر کے یہ انکشاف کیا۔ کہ اناجیل کے موجودہ ترجموں میں جو اس وقت دنیا میں رائج ہیں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پروفیسر چارلس کٹلر ٹوری (CHARLES CUTLER TORREY) جو السنہ سامیہ کے بہت بڑے ماہر ہیں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح اور ان کے حواریوں کی زبان آرامی تھی۔ اناجیل اپنی اصل کے لحاظ سے آرامی میں تھیں بعد میں یونانی ترجمہ ہُوا۔ انہوں نے آرامی متن کو سریانی ترجمہ کی مدد سے بحال کیا ہے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اناجیل میں حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کے بیانات سب الحاقی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ترجمہ سے یہ سب بیانات حذف کر دیئے ہیں۔ انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اناجیل کا

یونانی متن آرامی زبان کے مفہوم کو ادا کرنے سے قاصر رہا ہے چنانچہ
وہ دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

"اس میں کسی کو کلام نہیں کہ مسیح اور اس کے شاگرد آرامی بولتے اور
آرامی لکھتے تھے مسیح کے کلمات۔ مواعظ اور اس کی زندگی کے کارہائے
نمایاں آرامی زبان میں ضبط تحریر میں لائے گئے۔ اور اسی زبان میں پہلے
پہل انہوں نے اشاعت پائی"۔

آگے چل کر انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ارامی اناجیل کا جب یونانی
زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ تو کئی جگہ ترجمہ کی غلطی کی وجہ سے اصل مطلب
نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ مثلاً انجیل یوحنا میں لکھا ہے۔

"ضرور ہے کہ ابن آدم اوپر اٹھایا جائے"۔ یوحنا ۱۲/۳۴

حالانکہ حضرت مسیح کے آرامی الفاظ کا مفہوم یہ تھا۔ کہ ابن آدم کے
لئے ضروری ہے کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔ چنانچہ انجیل یوحنا کے اس
مقام کا ترجمہ پروفیسر مذکور نے آرامی الفاظ کو مدنظر رکھ کر یوں کیا ہے

"لوگوں نے یسوع کو جواب دیا کہ ہم نے شریعت کی یہ بات سُنی ہے
کہ مسیح ابد تک رہیگا۔ پھر تو کیونکر کہتا ہے کہ ابن آدم ضرور ہی یہاں سے
جانے والا ہے۔ یہ ابن آدم کون ہے؟ پس یسوع نے ان سے کہا کہ
تھوڑی دیر تک نور تمہارے درمیان ہے"۔

ان آیات کے نیچے پروفیسر چارلس نے ایک نوٹ بھی دیا ہے
جو خاص طور پر قابل غور ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-



"آرامی لفظ جو کہ اوپر اٹھائے جانے کے معنی دیتا ہے۔ اکثر اوقات
یہ لفظ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے استعمال ہوتا ہے
اسی طرح ارض سے مراد محاورہ میں فلسطین ہے"[1]

پروفیسر صاحب مذکور کے اس بیان سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ
اس مقام میں مسیح کے آسمان پر جانے کا ذکر نہیں تھا۔ بلکہ ارض
فلسطین سے ہجرت کا ذکر تھا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آج سے ساٹھ سال قبل ایک
مختصر رسالہ میں حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کی حقیقت
بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

"مخفی طور پر ایک ہجرت تھی۔ جس کو نادانوں نے آسمان قرار دیدیا"[2]

اللہ اللہ! خدا تعالیٰ اپنے ماموروں کی کس طرح رہنمائی کرتا ہے
وہ حقیقت جس کا انکشاف ایک زمانہ کے بعد ہونا تھا۔ آپ نے اسے
ایک مختصر سے فقرہ میں بیسیوں سال پہلے حل فرما دیا تھا۔ اللھم صل
علیٰ محمد وآل محمد۔

۲۔ حضرت مسیح ناصری کا مشن کیا تھا؟ اس کے متعلق آپ کا اپنا
بیان ہے کہ۔

"میری اور بھی بھیڑیں ہیں۔ جو کہ اس بھیڑ خانہ میں نہیں۔ مجھے

---

[1] فورگاسپل از چارلس کٹلر ٹوری ص۲۱

[2] ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی آخری سطر۔

ان کو بھی لانا ضرور ہے۔ وہ میرا کلام سنیں گی[1]۔"

حضرت مسیحؑ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر ممالک میں جا کر بنی اسرائیل کے گم شدہ اسباط تک پیغام حق پہنچانے کو آپ اپنے مشن کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔

مسٹر سٹیفن گراہم اپنی کتاب (WITH THE RUSSION PILGRIMS TOGERUSALEM) کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں:۔

"غالباً مسیحؑ کی موت کے بعد کئی سال تک ان کے متبعین کے درمیان ایک عجیب خبر پھیلی رہی کہ وہ زمین پر کسی دور دراز جگہ میں ہیں اور وہ عنقریب دوبارہ ظاہر ہوں گے"۔

۳۔ اناجیل کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہود بھی حضرت مسیح کی باتوں سے یہی سمجھتے تھے کہ آپ کا ارادہ بنی اسرائیل کے ان قبیلوں کے پاس جا کر پیغام حق پہنچانے کا ہے۔ جو دُور دراز ملکوں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"یہودیوں نے آپس میں کہا کہ یہ کہاں جائیگا۔ کہ ہم اسے نہ پائیں گے۔ کیا ان کے پاس جائیگا۔ جو غیر قوموں میں پراگندہ ہیں۔ اور غیر قوموں کو تعلیم دیگا۔ یہ کیا بات ہے جو اس نے کہی کہ تم[2]

---

[1] یوحنا ۱۰/۱۶

[2] یوحنا ۷/۳۳ تا ۳۶ آتھورائزڈ ورشن



مجھے ڈھونڈو گے مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہُونگا تم نہیں آسکتے۔"

ان آیات کی شرح میں پیکس تفسیر بائبل میں لکھا ہے

"قوم یہود کے سردار مسیح کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ مسیح اس خطرے سے باخبر ہے۔ وہ اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ زیادہ دیر تک نہ رہے گا۔ وہ اسے ملنا چاہیں گے لیکن نہ پا سکیں گے ...... شاید مسیح ان علاقوں میں جانے کے لئے سوچ رہا تھا۔ جہاں یہود جلاوطنی کے بعد بس گئے تھے"۔

البرٹ ہیما جو ایک امریکن یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر ہیں اپنی کتاب ANCIENT HISTORY یعنی تاریخ قدیم میں انجیل کے اس بیان پر لکھتے ہیں:۔

"ایک دن جب حضرت مسیح ناصری ایک پرجوش وعظ فرما رہے تھے۔ اس وعظ میں آپ نے اپنی روانگی کا ذکر کیا۔ تو کچھ لوگوں نے حیرانگی کا اظہار کیا۔ کہ کیا یہ بنی اسرائیل کے گمشدہ قبایل میں جا کر تبلیغ کا ارادہ رکھتے ہیں" ۔ صفحہ ۳۸

۴۔ مشہور بائبل سکالر سی۔ آر گریگری کو انجیل مرقس کا ایک نسخہ خطہ یونان میں کوہ ایتھاس سے انیسویں صدی کے آخر میں ملا۔ اس نسخہ کے اختتام پر یہ ذکر ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب سے اتارے جانے کے بعد جس کشادہ قبر میں رکھے گئے تھے۔ اس سے آپ زندہ باہر نکل آئے۔ اور آپ نے شاگردوں کو پیغام دیا

کہ وہ آپ کو گلیل میں آکر ملیں۔ اس کے بعد لکھا ہے۔

"ان واقعات کے بعد یسوع خود بھی مشرق سے ظاہر ہوا اور اُس نے ان کی معرفت (یعنی حواریوں کے ذریعہ) مغرب تک حیات جاوید کی پاک اور لازوال منادی پھیلائی آمین"

CANON AND TEXT OF THE NEW TESTAMENT BY C.R.GREGORY P. 512

اس انجیلی نسخہ سے ظاہر ہے کہ صلیبی حادثہ سے نجات حاصل کرنے کے بعد آپ مشرق کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور وہاں سے آپ نے مغرب تک حواریوں کے ذریعہ پیغام حق پہنچانے کا انتظام کیا۔

---



# حضرت مسیحؑ کی ہجرتِ کشمیر کا ذکر

## ہندوؤں کی کتاب "بھوشیہ پران" میں

### آٹھویں شہادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں:۔

"سرینگر میں جہاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قبر ہے ایسے پُرانے نوشتے اور تاریخی کتابیں پائی گئی ہیں جن میں لکھا ہے کہ یہ نبی جس کا نام یوز آسف ہے اور اسے عیسےٰ نبی بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی ہے۔ جو اس پُرانے زمانے میں کشمیر میں آیا تھا جس کو ان کتابوں کی تالیف کے وقت قریباً سولہ سو برس گذر گئے تھے یعنی اس موجودہ زمانہ تک انیس سو برس گذرا ہے اور اس قسم کی تحریریں کشمیر کے باشندوں کے پاس کچھ تھوڑی نہیں بلکہ بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اور میں نے سُنا ہے کہ اس جگہ کے ہندوؤں کے پاس بھی اپنی زبان میں ایک کتاب ہے جس میں اس شہزادہ نبی کا ذکر ہے[1]

[1] ریویو آف ریلیجنز جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۳۳۹

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون میں
ہندوؤں کی جس کتاب کا ذکر فرمایا ہے وہ "بھوشیہ مہاپران" ہے
یہ ہندوؤں کے قدیم اٹھارہ پرانوں میں سے نواں پران ہے اس کی
اشاعت، پہلی مرتبہ ۱۹۱۰ء میں مہاراجہ کشمیر سر پرتاپ سنگھ کے
حکم سے بمبئی میں سنسکرت زبان میں ہوئی اس کتاب کے ایک
قدیم نسخہ میں تورات کا ایک باب جو کہ آدم سے لیکر حضرت ابراہیم کے
حالات، پر مشتمل ہے سنسکرت زبان میں لکھا ہوا موجود ہے اسی طرح
اس پران کے سب نسخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کے پیرو
برہماورت کے ماسوا سارے جگت میں پھیلے ہوتے ہیں۔ برہماورت
مشرقی پنجاب کے ایک حصہ کا نام تھا۔ باقی سارے شمال مغربی علاقہ
میں بنی اسرائیل کے پھیلنے کا ذکر موجود ہے۔
اس کتاب کے تیسرے باب میں دو مقامات پر حضرت مسیح کی ہندوستان
میں آمد کا ذکر موجود ہے۔ پہلا بیان یوں ہے۔ کہ
"ایک دفعہ ساکا قوم کا سردار ہمالیہ کی بلندیوں پر گیا۔ وہاں اس
طاقتور بادشاہ نے ہون دیش میں ایک بزرگ انسان کو دیکھا جو کہ
سفید رنگ کا تھا اور سفید لباس پہنے ہوئے تھا۔ آپ کون ہیں؟
اس نے پوچھا۔ بزرگ نے جواب دیا۔ مجھے خدا کا بیٹا کہتے ہیں کیونکہ
میں ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہوا۔ میں غیر قوم کے مذہب کا
مبلغ ہوں۔ سچائی کا دلدادہ اور راستی پر قائم ہوں۔ یہ سنکر بادشاہ



نے کہا۔ کہ آپ کے مذہب کے اصول کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا
اے عظیم بادشاہ جب راستی معدوم ہوگئی اور غیر قوم میں تمام اخلاقی
اقدار کا خاتمہ ہوگیا تو میں مسیحا (بن کر) مبعوث ہوا۔ اے بادشاہ
اس مذہب کے بارے میں جو میں نے غیر قوم کو پیش کیا سنیئے۔ رحمدل
لوگوں کے قلوب کی صفائی اور گناہ آلود جسم کا تزکیہ کر کے میں نے
ان کو مقدس کتاب کے مطابق عبادت کی طرف توجہ دلائی اور یہ
تعلیم دی کہ انسان کو ازلی اور پاک خدا کی پرستش کرنی چاہیئے انسان
کے لئے لازم ہے کہ عدل و صداقت، قلبی اور ذہنی یکسوئی اور
استغراق کامل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت عالم بالا کے آفتاب
میں ہو کر کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سورج کی مانند قائم ہے۔ اور
انجام کار ہمیشہ اپنی گنہگار مخلوقات کے جوہر کو اپنی طرف کھینچنے والا
ہے۔ اس طریق پر اے بادشاہ مسیحا نے مقام فنا حاصل کیا اور ایش
یعنی ایشور کی مبارک مورتی جو کہ روحانی مسرت عطا کرنے والی ہے
ہمیشہ ہمیش کے لئے میرے دل میں جاگزین ہوگئی اس لئے میرا
نام عیسیٰ مسیح مشہور ہوگیا۔ یہ سن کر بادشاہ نے اس غیر قوم کے
کاہن کو ہمراہ لیا اور اس نے اسے ملیچھوں کی بے رحم زمین (قدیم
ہندوستان کے شمال مغرب) میں مکمل طور پر بسا دیا۔"
دوسرا بیان اس طرح ہے۔ کہ
ایک دن راجہ شالباہن ہمالیہ پہاڑ کے ایک ملک میں گیا وہاں

اس نے ساکا قوم کے ایک راجہ کو وین مقام پر دیکھا وہ خوبصورت رنگ کا تھا۔ اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ شالباہن نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں یوسا شافت (یوز آسف) ہوں اور عورت کے بطن سے میری پیدائش ہوئی (راجہ شالباہن کے حیران ہونے پر) اس نے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اور میں مذہب کو پاک صاف کرنے کے لئے آیا ہوں۔ راجہ نے اس سے پوچھا کہ آپ کونسا مذہب رکھتے ہیں اس نے جواب دیا کہ اے راجہ جب صداقت معدوم ہوگئی اور ملیچھوں کے ملک میں (یعنی ہندوستان کے باہر کے ایک ملک میں) حدود شریعت قائم نہ رہی۔ تو میں وہاں ظاہر ہوا۔ میرے کلام کے ذریعہ جب گنہگاروں اور ظالموں کو تکلیف پہنچی تو ان کے ہاتھوں سے میں نے بھی تکلیفیں اٹھائیں راجہ نے اس سے پھر پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا مذہب محبت صداقت اور تزکیہ قلوب پر مبنی ہے اور یہی وجہ ہے کہ میرا نام عیسیٰ مسیح رکھا گیا۔"

بعض لوگ غلط فہمی سے ان دونوں بیانوں کو ایک ہی واقعہ سے متعلق سمجھتے ہیں مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ پہلا بیان ساکا قوم کے ایک بادشاہ سے حضرت مسیح کی ملاقات پر مشتمل ہے اور دوسرے بیان میں بکرماجیت کے پوتے راجہ شالباہن سے ملاقات اور مکالمہ کا ذکر ہے پھر پہلی ملاقات "ہون دیش" کے مقام پر ہوئی اور دوسری وین کے مقام پر۔ موخر الذکر جگہ آج بھی سرینگر کے قریب موجود ہے اور "وین" کے نام سے موسوم ہے۔



# تختِ سلیمان (کشمیر) کے کتبوں میں

## حضرت مسیح ناصری کی آمد ہندوستان کا ذکر

### نویں شہادت

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں یہ لکھا ہے کہ "کشمیر کی پرانی تاریخوں سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مسیح کشمیر میں آئے اور کوہ سلیمان پر عبادت کرتے رہے۔ ان کی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا۔ جس کے یہ لفظ تھے۔ کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا۔ نام اس کا یوز ہے۔ پھر وہ کتبہ سکھوں کے عہد میں محض تعصب اور عناد سے مٹایا گیا۔ اب وہ لفظ اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے" [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن تاریخوں کا ذکر کیا ہے وہ آج بھی کشمیر کے باشندوں کے پاس محفوظ ہیں چنانچہ تاریخ کشمیر کا ایک قلمی نسخہ سرینگر میں غلام محی الدین صاحب وانچو کے پاس ہے۔ جس میں تخت سلیمان کے ان کتبوں کا بیان ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی

[1] تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴

اوراق ضایع ہوچکے ہیں۔ اس لئے یقین سے اس کے مصنف کی تعین نہیں کی جا سکتی۔ محترم خواجہ نذیر احمد صاحب بار ایٹ لاء کا خیال ہے کہ ملا نادری اس کتاب کے مصنف ہیں۔

خواجہ صاحب نے اس قلمی نسخہ کے مذکورہ حوالہ کا جو عکس شائع کیا ہے۔ اس میں دیمک کی وجہ سے بعض جگہ عبارت غائب ہے کرم خوردہ الفاظ قوسین میں دیدیئے گئے ہیں عبارت درج ذیل ہے

"راجہ گوپانند پسرس بعد عزل او بر حکومت رسید۔ بنام گوپادت حکمرانی مملکت کرد۔ در (عہد حکومت) او، بناتے بسیار (تعمیر شدند) بالائے کوہ سلیمان گنبد شکستہ بود و برائے تعمیرش یکے از وزرائے خود نامی سلیمان کہ از پارس آمدہ بود تعیین نمود۔ ہندوواں اعتراض کردند کہ او غیر دین ملیچھ است۔ درایں وقت حضرت یوز آسف از بیت المقدس منجانب وادی اقدس مرفوع شدہ ...... دعویٰ پیغمبری کرد۔ شب و روز در عبادت باری تعالیٰ آسود۔ در تقویٰ و پارسائی بدرجہ اعلیٰ رسیدہ۔ خود را برسالت اہل کشمیر مبعوث (گمارید) و بدعوت خلائق اشغال نمود۔ زیرا کہ کثیر مردمان خطہ عقیدتمند آنحضرت بودند راجہ گوپادت اعتراض ہندوواں پیش او کرد۔ و بحکم آنحضرت سلیمان کہ ہندوواں نامش سندیمان دادند۔ تکمیل گنبد مذکور کرد (......)

---

ؔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو JESUS IN HEAVEN ON EARTH
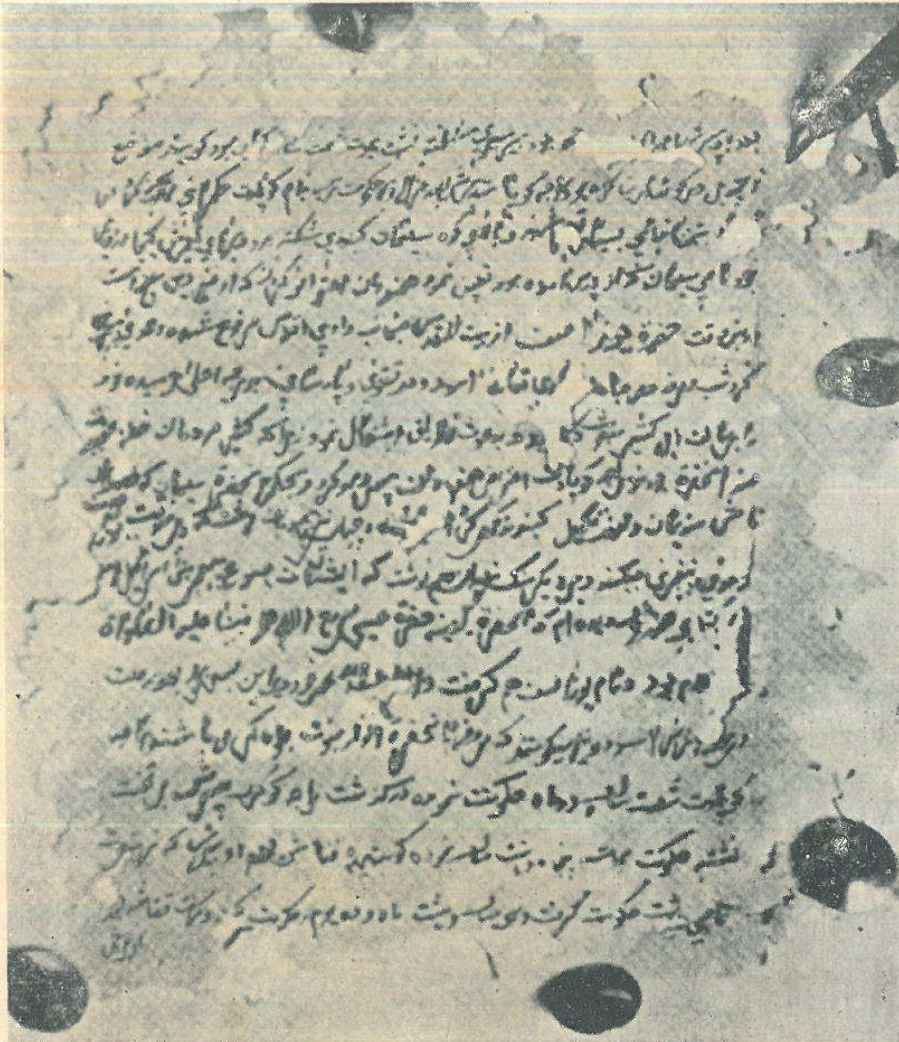
ملا نادری کی تاریخ کا وہ ورق جس میں حضرت مسیح کے کشمیر آنے کا ذکر درج ہے۔

وچهار نیز برنردبان نوشت که در این وقت یوز آسف دعویٔ پیغمبری مے کند۔ وبرو یگر سنگ نردبان ہم نوشت که ایشاں یشوع پیغمبر بنی اسرائیل است . . . . . . و در کتاب ہندوواں دیده ام که آنحضرت بعینه حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبیّنا وعلیه الصلوٰۃ والسلام بود و نام یوز آسف ہم گرفت ۔ والعلم عند اللہ ۔ عمر او درین بسر برد۔ بعد رحلت در موضع انزه مره آسود۔ ونیز می گویند که بروضه آنحضرت انوار نبوّت جلوه گرمی باشند وراجه گوپادت شصت سال و دوماه حکومت نموده در گذشت[1]؂

ترجمہ (راجہ رکھ) کے معزول ہونے کے بعد اس کا بیٹا راجہ گوپانند گوپادت کا نام اختیار کر کے حکمران ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں بہت سی عمارات تعمیر ہوئیں۔ کوہ سلیمان کی چوٹی پر ایک شکستہ گنبد تھا۔ اپنے وزیروں میں سے ایک شخص سلیمان نامی کو جو پارس سے آیا تھا۔ اس کی تعمیر کے لئے مقرر کیا۔ ہندوؤں نے اعتراض کیا کہ دین سے باہر ملیچھ ہے۔ اس وقت حضرت یوز آسف بیت المقدس کی جانب سے وادی اقدس (کشمیر) کی جانب مرفوع ہوئے۔ آپ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ شب و روز عبادت باری تعالیٰ میں مشغول رہے تقویٰ و پارسائی میں اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر خود کو اہل کشمیر کی طرف پیغمبر

[1] صفحہ ۴۹ ۔

یہ وہ مقبرہ ہے ۔ جس میں حضرت مسیح ناصری ایک سو پچیس سال کی عمر پا کر دفن ہوئے ۔ یہ مقبرہ سرینگر کے محلہ خانیار میں واقع ہے ۔ اور ہزاروں سیاحوں کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرا چکا ہے ۔

مبعوث سمجھا۔ اور دعوت خلائق میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ خطہ کشمیر کے لوگ آنحضرت (یوز آسف) کے عقیدتمند تھے۔ راجہ گوپانند نے ہندوؤں کا اعتراض ان کے پیش کیا۔ اور آنحضرت کے حکم سے سلیمان[1] کو جسے ہندوؤں نے سندیمان کا نام دیا۔ گنبد مذکور کی تعمیر پہ مقرر کیا۔ اور اس نے سیڑھی پر لکھا کہ

"اس وقت یوز آسف نے دعوئ پیغمبری کیا ہے"

اور دوسری سیڑھی کے پتھر پر یہ عبارت لکھی کہ

"وہ یسوع پیغمبر بنی اسرائیل ہے"

اور ہندوؤں کی ایک کتاب میں مَیں نے دیکھا۔ کہ آنحضرت بعینہٖ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور نام بھی یوز آسف اختیار کر لیا تھا۔ والعلم عند اللہ۔ اور آپ نے اپنی عمر یہیں بسر کی۔ اور وفات کے بعد موضع انزمرہ میں دفن ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت کے روضہ پر انوار نبوت جلوہ گر ہیں راجہ گوپادت نے ساٹھ سال اور دو ماہ حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔"

یہ تاریخی دستاویز کسی وضاحت کی محتاج نہیں اس میں صاف طور پر حضرت مسیح کے کشمیر آنے کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ یوز آسف کے نام سے معروف تھے۔

[1] ہندوؤں کی جس کتاب کا اس دستاویز میں ذکر ہے وہ بھوشیہ پران



ہی معلوم ہوتی ہے۔

مذکورہ تاریخ کشمیر میں حضرت مسیح ناصری کے ایک مرید سندیمان کا ذکر ہے۔ سندیمان اور اس کے گورو عیسا نا دیو کا واقعہ کشمیر کی مشہور و معروف تاریخ راج ترنگنی میں بھی بیان ہوا ہے جو کہ آج سے ایک ہزار سال قبل پنڈت کلہن نے لکھی تھی[1]

## تخت سلیمان کے کتبے

کشمیر میں کوہ سلیمان پہ ایک قدیمی مندر ہے جو کہ ہشت پہلو بلند و بالا بنیاد پر کھڑا ہے۔ مندر کا زیریں حصہ بہت پرانا ہے لیکن بالائی حصہ شکست و ریخت کی وجہ سے کئی دفعہ تعمیر ہوا۔ مندر تک پہنچنے کے لئے دیواروں کے اندر دو بالمقابل سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ سیڑھیوں کی دیواروں پر اور مندر کے دو ستونوں پر فارسی زبان اور اس کے خط ثلث میں چار کتبے مرقوم ہیں۔ ستونوں پر کندہ دو کتبے تو صاف پڑھے جاتے ہیں۔ لیکن دیواروں کے دو کتبے غالباً سکھوں کے عہد میں مٹا دیئے گئے۔ ان کے مٹے ہوئے نقوش اب بھی نظر آتے ہیں۔ کشمیر کی بعض پرانی تاریخوں میں ان کتبوں کا ذکر موجود ہے۔ فوین شہادت کے شروع میں جس قلمی نسخہ کا ذکر ہے۔ اس میں سیڑھیوں کی دیواروں کے کتبے بایں الفاظ درج ہیں:-

[1] ملاحظہ ہو راج ترنگنی از پنڈت رنجیت سیتارام ص ۵۲ تا ۵۴

۱- "دریں وقت یوز آسف دعوئے پیغمبری مے کرد"

یعنی اس مندر کی تعمیر کے وقت یوز آسف نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔

۲- "ایشاں یسوع پیغمبر بنی اسرائیل است۔"

یعنی یوز آسف سے مراد یسوع پیغمبر بنی اسرائیل ہے۔

ستونوں پر کندہ دو کتبے مندرجہ ذیل عبارت پر مشتمل ہیں:-

۱- "معمار ایں ستون راج بہشتی زرگر سال پنجاہ و چہار"

یعنی اس ستون کا معمار راج بہشتی زرگر ہے۔ سال چوّن میں تعمیر ہوا۔

۲- "ایں ستون بدست خواجہ رکن بن مرجان۔"

یعنی یہ ستون خواجہ رکن بن مرجان نے تعمیر کیا۔

آخرالذکر دونوں کتبوں کے متعلق پنڈت رام چند کاک کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دو کتبے شاہجہان کے عہد میں مرمت کرنے والوں نے تحریر کئے۔ سال پنجاہ و چہار سے مراد ۱۰۵۴ ہجری ہے۔ اول الذکر دو کتبوں کے متعلق بھی ان کا یہی خیال ہے۔ کہ وہ بھی اسی عہد میں لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کے نقوش میں ۱۰۶۹ ہجری کا سال نظر آتا ہے محترم خواجہ نذیر احمد صاحب کا خیال ہے کہ یہ کتبے بہت پرانے ہیں اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ یہ کتبے بھی مغلیہ عہد میں لکھے گئے ہیں تو پھر بھی بات صاف ہے۔ کشمیر کے معمار خوب جانتے تھے کہ ہماری



مستند تاریخوں میں لکھا ہے کہ یوز آسف پیغمبر بنی اسرائیل کشمیر میں وارد ہوئے اور کوہ سلیمان پر ان کے نام کے کتبے لکھے گئے۔ کوہ سلیمان کی عمارات مختلف حوادث اور زلازل میں گرتی رہیں جب ان کی دوبارہ تعمیر ہوئی تو ان کتبوں کی تجدید ہوتی رہی۔ مغلیہ عہد میں معماروں نے یہ سمجھ کر کہ اب پرانی زبانیں جاننے والے اس ملک میں بہت کم ہیں اور فارسی زبان کا دور دورہ ہے۔ فارسی زبان میں ان کتبوں کی تجدید کر دی اور سنہ بھی وہ لکھ دیا جس میں انہوں نے یہ کتبے فارسی زبان میں لکھے۔ بہرکیف اس صورت میں بھی ان کی تاریخی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے۔ کہ یہ کتبے بہت پرانے ہیں تو ان کتبوں کی تحریر بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ شاہجہان کے زمانہ میں تو بنی اسرائیل کے یوز آسف نے پیغمبری کا دعوےٰ کیا ہی نہیں۔ البتہ یہ بالکل صحیح ہے کہ اس مندر کی تعمیر اور حضرت مسیحؑ کا عہد نبوت ایک ہی زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

پس یہ کتبے بھی ایک زبردست شہادت ہیں اس امر کی کہ حضرت مسیحؑ کشمیر میں ضرور وارد ہوئے تھے۔

ان کتبوں کا ذکر اور بھی کئی تواریخ میں ہے۔ مشہور تاریخوں کے نام یہ ہیں۔

۱- خواجہ حسن ملک نے شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں اپنی تاریخ کشمیر مکمل کی۔ اس میں ان چاروں کتبوں کی

موجودگی کا ذکر ہے۔[1]

۲۔ مفتی غلام نبی صاحب خانیاری نے ۱۲۸۵ھ میں وجیز التواریخ نام کتاب لکھی۔ جس میں پہلے تین کتبوں کی عبارت بھی دیدی گئی ہے۔ تیسرے کتبہ کی عبارت کے الفاظ یہ ہیں:۔

"دریں وقت یوز آسف دعوئ پیغمبری مے کند۔ سال پنجاہ وچہار"[2]

۳۔ میجر ایچ ایچ کول اپنی کتاب "کشمیر کی عمارات قدیم" میں ستونوں پر کندہ دو کتبوں کا فوٹو شائع کرتے ہیں اور دیوار پر کندہ کتبوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ ان کے نقوش مٹے ہوئے ہیں لیکن فارسی حروف صاف نظر آتے ہیں۔[3]

۴۔ پنڈت رام چند کاک نے اپنی کتاب کشمیر کے آثار قدیمہ میں دو کتبوں کی عبارت دی ہے اور بقیہ دو کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ کتبے پچھلی صدیوں میں مٹا دیئے گئے۔ نقش عبارت سے فارسی رسم الخط نظر آتا ہے۔

---

[1] کتاب مذکور صفحہ ۱۱-۱۲

[2] جلد اول صفحہ ۵۴

[3] صفحہ ۸



# حضرت مسیح کے سفر ہندوستان سے متعلق

## پنڈت جواہر لال نہرو کی شہادت

### دسویں شہادت

ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو جو کہ ایک فاضل انسان ہیں۔ اور تاریخ ہند پر ایک سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اپنی کتاب

GLIMPES OF WORLD HISTORY

میں لکھتے ہیں

All over central Asia in Kashmir and Laddakh and even is still a strong belief that Jesus or Isa travelled about there

یعنی تمام وسطی ایشیا کشمیر لداخ اور تبت اور اسی طرح اس سے اگلے شمالی علاقہ میں اب بھی یہ مضبوط یقین پایا جاتا ہے کہ یسوع یا عیسے نے ان علاقوں میں سفر اختیار کیا۔[1]

پنڈت جواہر لال نہرو کے مد نظر قدیم ہندو اور بدھ لٹریچر کی شہادتیں اور روایات ہیں جن سے آپ نے مذکورہ نتائج اخذ کئے ہیں۔

[1] صفحہ ۸۴

# یوروپین مصنفین کی تحقیقات

## مصنفین "نذرین گوسپل" کی تحقیق

### گیارھویں شہادت

۱۔ حال ہی میں یورپ کے دو محققوں نے مل کر ایک ضخیم کتاب "نذرین گوسپل ریسٹورڈ" (انجیل نصاریٰ کی بازیابی) کے نام سے لکھی ہے۔ اس کے مصنفین کا نام رابرٹ گریوز اور یشوعا پوڈرو ہے۔ ایک ہزار صفحہ سے زائد کی اس کتاب میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح ایک انسان تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر۔ رومیوں اور یونانیوں کے عقائد سے متاثر ہو کر انہیں الوہیت کے سنگھاسن پر بٹھایا گیا۔ ورنہ موجودہ عقائد سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ زندہ اتار لئے گئے اور واقعہ صلیب کے بعد مشرق میں چلے گئے تھے۔

مندرجہ بالا ضخیم کتاب کے علاوہ انہوں نے ایک مختصر کتاب بھی

---

۱؎ THE NAZARENE COSPEL RESTORED

BY ROBERT GRAVES & YOSHUA PODRO



لکھی ہے جس کا نام جیزز اِن روم (JESUS IN ROME) ہے۔ اس کتاب کے مضامین کا خلاصہ جو انہوں نے کتاب کے سرورق پر تحریر کیا ہے۔ درج ذیل ہے۔

"نذرین گوسپل" کے مصنفین کی تحقیق یہ ہے۔ کہ گو یسوع کو رومی حکومت کی طرف سے سنہ ۳۰ء میں سرکاری طور پر حوالہ صلیب کر دیا گیا تھا۔ لیکن وہ صلیب سے بچ گئے۔ اور غالباً (مشرق میں) پارتھیا کے ملک میں چلے گئے۔ اس کے بعد سنہ ۳۵ء میں آپ کو دمشق کی ایک سڑک پر پولوس رسول نے دیکھا۔ جو آپ کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ تاکہ آپ کو دوبارہ صلیب دیا جا سکے۔"

مقدس اگنی ٹی ایس (ST IGNATIUS) سنہ ء کے بعد لکھتے ہیں کہ وہ نہ صرف علم رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کا ایمان بھی یہی ہے کہ یسوع اس گوشت پوست کے جسم کے ساتھ اس وقت بھی زندہ موجود ہے۔ سنہ ۱۲۹ء کی کتاب "دوازدہ قیاصرہ" میں لکھا ہے کہ مسیح کو روم کے صدر دروازہ میں گداگروں کے درمیان دیکھا گیا۔

بالآخر یسوع پر کیا گذری؟ مصنفین کے نزدیک یہ ایک کھلا سوال ہے۔ گو انہوں نے اسلام اور اسلام سے قبل کے ذرائع پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ مسیح سنہ ۵۲ء میں ہندوستان آئے اور سرینگر میں سنہ ۷۲ء کے قریب مقدس توما کے ہاتھوں دفن ہوئے۔"

مصنفین مذکور نے خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا کی کتاب میں سے تحقیقی مواد حاصل کیا ہے خصوصاً بھوشیہ پران میں حضرت مسیح کی آمد ہندوستان کے بیانات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

رابرٹ گریوز اور یشوعا پوڈرد نے ہندوستان کے فاضل سنسکرت پروفیسر ڈی ڈی۔ کوسامبی کو بھی جو کہ ٹاٹا انسٹیٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ بمبئی میں تعینات ہیں۔ بھوشیہ پران کے حوالہ مذکور پر مزید تحقیق کے لئے لکھا جس کے جواب میں پروفیسر مذکور نے لکھا۔ کہ

"بھوشیہ پران کے اس حصہ میں واضح طور پر یسوع مسیح کا ذکر ہے"

پروفیسر مذکور نے یہ بھی بتایا ہے کہ بھوشیہ پران میں دو روایات درج ہیں۔ دونوں میں یہ ذکر ہے۔ کہ حضرت مسیح ہمالیہ کے پہاڑوں میں دیکھے گئے۔ ان کے نزدیک اس حوالہ میں کتاب مقدس کا بھی ذکر موجود ہے۔

نذرین گوسپل میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ مُردہ انسان کے جسم سے خون نہیں نکلا کرتا لیکن مسیح کے جسم سے خون پانی کی آمیزش سے بہ نکلا۔ یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ گو حضرت مسیح کا دل اس وقت سخت ضعف میں ڈوبا ہوا تھا لیکن اس کی حرکت قائم تھی۔ اور جسم کی عروق کو خون پہنچا رہا تھا۔ خون بہنے کے واقعہ کے متعلق طبی ماہرین کی آراء بھی دی گئی ہیں۔ اس سلسلہ



میں کتاب کے بعض اقتباس درج ذیل ہیں:۔

۱۔ سپاہیوں نے دونوں مجرموں کی ٹانگیں توڑ ڈالیں۔ مگر جب وہ یسوع تک پہنچے۔ تو یہ سمجھ کر کہ وہ پہلے ہی فوت ہو چکا ہے۔ اس کی ٹانگیں توڑنے کی کوشش نہ کی۔ تاہم ان میں سے ایک نے رسمی طور پر یسوع کے پہلو میں بھالا چبھویا۔ یا قبطی عیسائیوں کی روایت کے مطابق تلوار سے چھیدا جس کے نتیجہ میں پانی ملا خون بہ نکلا۔ لاشوں سے خون نہیں رِستا۔ اس لئے پانی میں خون کی آمیزش اس بات کا ثبوت ہے کہ یسوع کا دل دِھیمے دِھیمے حرکت کر رہا تھا۔

۲۔ ڈاکٹر ڈبلیو بی پرائمروز (PRIMROSE) جو کہ ایک سکاٹ سرجن اور ماہر عمل بیہوشی ہیں ان کا خیال ہے کہ حقیقی موت یا انتہائی کمزوری اور سست ترین دوران خون کی کیفیات میں امتیاز بے حد مشکل ہے ان کے خیال میں حضرت مسیح کی یہ حالت کوڑوں کی ضربات کے تاخیری صدمہ کا نتیجہ ہے

۳۔ موقعہ پر موجود لوگوں کو یہ احساس نہ ہو سکا۔ کہ یسوع میں رمق حیات ابھی باقی ہے۔ کیونکہ آپ پر کامل غشی طاری تھی۔ زبور ۲۲ کی تلاوت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ آپ کو پورا پورا بھروسہ تھا۔ کہ اس ابتلاء سے آپ بچائے جائیں گے۔

۴۔ حاشیہ کتاب میں مصنّف رابرٹ گریوز رقمطراز ہیں کہ "سلسلہ دلائل میں اپنے ذاتی تجربہ کو بیان کرنے کے لئے معافی ہو

خواستگار ہوں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ طبی نقطہ نگاہ سے یشوع سے مشابہ کیفیت مجھ پر گزر چکی ہے۔ مقام سوم (SOMME) کی جنگ میں زخموں کے باعث ۲۱ر جولائی ۱۹۱۶ء کو میں فوت ہو گیا اور ۲۴ اگست ۱۹۱۶ء کو جی اٹھا۔ واقعہ یہ ہے کہ انیسویں پیدل فوج کے ہائی وڈ پر حملہ کے وقت ایک بم مجھ سے چند فٹ کے فاصلہ پر پھٹا۔ اس کا ایک ٹکڑا میرے داہنے پھیپھڑہ میں پیوست ہو گیا۔ دوسرے ٹکڑوں نے میرے جسم کے بیرونی حصوں کو زخمی کر دیا اور میں بیہوش ہو گیا۔ ایک تجربہ کار ڈاکٹر بمباری کے درمیان میری مرہم پٹی کے لئے آیا۔ اور مجھے ایک قریبی شفاخانہ میں جو کھلے میدان میں تھا۔ لے گیا۔ اس نے میری حالت نزع کو موت تصوّر کیا۔ کیونکہ میری انگلی پر لگے ہوئے ایک گہرے زخم سے خون نکلنا بند ہو چکا تھا۔ چنانچہ مجھے ایک طرف ڈال دیا گیا۔ میں قریباً چوبیس گھنٹے وہیں پڑا رہا اس عرصہ کے بعد مجھ میں زندگی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے۔

یسوع کو ادویات ملے ہوئے کفن میں رکھا گیا تھا جو اس کے بدن کو گرم رکھنے کے لئے کافی تھیں۔ جبکہ میں لازمی جسمانی حرارت کو کم و بیش تیس گھنٹہ تک قائم رکھ سکا۔ اور جبکہ ایشیائی خدا رسیدہ لوگوں کی جسمانی قوت مدافعت یورپی دنیا داروں کے بالمقابل خصوصی شہرت رکھتی ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ یسوع اتنے عرصہ تک لازمی حرارت کو قائم نہ رکھ سکا ہو (نندین گاسپل ص۲۹)



کتاب کے آخر میں مصنفین نے حضرت مسیح کی حقیقی تعلیمات کو ایک انجیل کی صورت میں ترتیب دیا ہے ان کا خیال ہے کہ حضرت مسیح سے پیش آمدہ واقعات اور آپ کی تعلیمات اس انجیل میں جمع کر دی گئی ہیں۔ "نندین گوسپل" میں یہ انجیل شامل ہے۔ اس انجیل میں مندرجہ واقعات سے ظاہر ہے کہ مسیح صلیب سے بچائے گئے اور مشرق کی طرف ہجرت کر گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحقیقی لائنوں پر یورپ کے محققین کی یہ پہلی کامیاب کوشش ہے۔ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

---

# مصنف "مسیح کی پُر اسرار زندگی" کی تحقیق

## بارھویں شہادت

ایک قابل قدر کتاب ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔ جس کا نام ہے

MYSTICEL LIFE OF JESUS

اس کے مصنف سپنسر لیوس (H. SPENCER LEWIS) ہیں۔ یہ ایک ایسے فرقہ کے قائد ہیں جو کہ یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ وہ ان ایسینی یہودیوں کے جانشین ہیں جو حضرت مسیح کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے۔

یہ فرقہ شمالی اور جنوبی امریکہ میں پایا جاتا ہے اور ان کا نام روزو کروشین آرڈر ہے۔ اس تحریک کے مراکز مشرق و مغرب میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قدیم ایسینی لٹریچر ابھی تک ان کے مراکز فلسطین، مصر، تبت اور ہندوستان میں محفوظ ہے اس قدیم لٹریچر کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد قائد مذکور نے کئی ایک کتابیں شائع کی ہیں جو کہ روزو کروشین لائبریری کیلیفورنیا امریکہ کی طرف سے اشاعت پذیر ہوئیں۔ ان کتابوں میں سے ایک کتاب مسیح کی پر اسرار زندگی ہے۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری یہودیوں کے ایسینی فرقہ سے وابستہ تھے۔ بچپن میں آپ کو تکمیل تعلیم



کے لئے ہندوستان بھیجا گیا۔ وہاں سے واپسی پر واقعہ صلیب پیش آیا صلیب پر آپ نے وفات نہیں پائی۔ ایسینی فرقہ کی کوششوں سے آپ زندہ اُتار لئے گئے۔ برچھی مارنے پر آپ کے جسم سے خون اور پانی بہہ نکلا۔ یہ ایک زبردست شہادت ہے کہ رمقِ حیات آپ میں موجود تھی۔ واقعہ صلیب کے عرصہ دراز بعد کوہ کرمل پر آپ نے وفات پائی۔

اس کتاب میں بھی بدھ لٹریچر کی تاریخی غلطیاں موجود ہیں لیکن بڑی تفصیل سے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح صلیب سے بچائے گئے اور کافی عمر پاکر فوت ہوئے۔

اس ضمن میں ایک دوسری کتاب کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ جو ہے تو ایک افسانہ۔ لیکن یہ افسانہ ایک قدیم سریانی کہانی کو مدنظر رکھ کر لکھا گیا ہے۔ جارج مور نے واقعات صلیب، صلیبی موت سے نجات اور مسیح ناصری کی فلسطین سے ہجرت کے حالات و کوائف کو ایک کہانی کی شکل میں اپنے ناول بروک کیرتھ میں پیش کیا ہے۔ یہ ناول ایسینی لٹریچر کی روشنی میں حضرت مسیح ناصری کے حالات زندگی سے متاثر ہو کر لکھا گیا ہے مصنف کا دعویٰ ہے کہ ناول کا مرکزی خیال ایک قدیم سریانی کہانی پر مبنی ہے۔ باقی تفصیلات کو زیب داستان سمجھئے اس کتاب میں حضرت مسیح ناصری کی ہندوستان کی طرف ہجرت کا ذکر موجود ہے۔

# حضرت مسیحؑ کے سفرِ ہندوستان سے متعلق

## پروفیسر نکولس رورک کی شہادت

### تیرھویں شہادت

پروفیسر نکولس رورک (NICHOLUS ROERICK) نے سارے وسط ایشیا کی سیاحت کے بعد ۱۹۲۹ء میں ایک کتاب (HEART OF ISIA) کے نام سے شائع کی[1] اس کتاب میں پروفیسر مذکور نے لکھا ہے کہ

"کشمیر، لداخ اور وسط ایشیا کے مختلف مقامات میں اب بھی یہ مضبوط روایت پائی جاتی ہے کہ حضرت مسیح ناصری نے ان علاقوں کا سفر اختیار کیا۔ سرینگر میں وہ فوت ہوئے۔ وہیں ان کا مزار ہے لیکن ان کی والدہ کا مزار بروئے روایت کاشغر میں "مزار مریم" کے نام سے مشہور ہے۔ حوالے درج ذیل ہیں۔

سرینگر میں حضرت مسیحؑ کی تشریف آوری کی حیران کن روایت اس شہر میں پہلی بار ہمارے سامنے آئی۔ بعد ازاں دوران سیاحت میں ہم نے دیکھا کہ یہ روایت کس درجہ پھیلی ہوئی ہے۔ نہ صرف کشمیر بلکہ ہندوستان لداخ

[1] یہ کتاب نیو ایڈ لائبریری کی طرف سے رورک میوزیم پریس نیویارک کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوئی



اور وسط ایشیا کے دُور دراز علاقوں میں بھی حضرت مسیح کی آمد کی روایت پائی جاتی ہے اور یہ روایت حضرت مسیحؑ کے اس دور زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ جس کا ذکر انجیل میں نہیں ملتا۔

سرینگر کے مسلمانوں نے ہمیں بتایا کہ مصلوب مسیح جسے وہ عیسیٰ کے نام سے موسوم کرتے ہیں صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اس حادثہ کی وجہ سے وہ صرف بیہوش ہو گئے تھے۔ حواری آپ کے جسم کو اُٹھا کر کسی خفیہ مقام پر لے گئے اور آپ کو چھپائے رکھا اور وہیں آپ کا علاج کیا گیا۔ اس کے بعد آپ کو سرینگر لایا گیا۔ جہاں انہوں نے لوگوں کو اپنی تعلیمات سے روشناس کیا۔ اور اسی جگہ آپ نے وفات پائی آپ کی قبر ایک مکان کے تہ خانہ میں موجود ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ایک ایسا کتبہ بھی یہاں موجود ہے۔ جس میں ابن یوسف[1] کے یہاں دفن ہونے کا ذکر ہے۔

اس مقبرہ کے ساتھ معجزانہ شفا کے واقعات کی روایات بھی وابستہ ہیں۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ اس مقبرہ سے خوشبوئیں نکلتی ہیں[2]۔

آگے چل کر لکھا ہے:۔

لداخ کے شہر لیہ میں ہم نے دوبارہ حضرت مسیح کے یہاں آنے کی روایت سُنی۔ اس شہر کے ہندو پوسٹ ماسٹر اور بہت سے لداخی

[1] ۔ موجودہ اناجیل کے نسب نامہ میں بھی مسیح کو ابن یوسف لکھا گیا ہے۔
[2] HEART OF ISIA PAGE 22, 23

بدھوں نے ہمیں بتایا کہ لیہ کے بازار کے قریب ہی ایک تالاب ابھی
تک موجود ہے جس کے نزدیک ایک پرانا درخت ہے۔ جس کے نیچے
حضرت مسیح فلسطین کو واپس جانے سے پہلے لوگوں کو تعلیم دیتے تھے
اسی طرح ہم نے یہاں ایک اور روایت سنی۔ کہ کس طرح مسیح
ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ اس وقت ہندوستان آئے جب وہ
نوجوان تھے۔ اور کس طرح انہوں نے ہمالیہ کے ممالک میں اعلیٰ
حکمت اور فلسفہ کا مطالعہ جاری رکھا۔

ہم نے اس وسیع طور پر پھیلی ہوئی کہانی کو مختلف پیرایوں میں لداخ
سنکیانگ اور منگولیا کے دور دراز علاقوں میں سُنا لیکن یہ سب کی
سب روایات اس ایک بات پر متفق ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت مسیح
فلسطین سے غیر حاضر تھے۔ اس وقت آپ ایشیا اور ہندوستان
میں موجود تھے۔

یہ روایت کیسے پھیلی اور کہاں سے آئی۔ یہ امر کوئی خاص اہمیت
نہیں رکھتا۔ شاید اس روایت کی بنیاد نسطوری عیسائی ہوں قابل
غور یہ امر ہے کہ یہ روایت پورے خلوص اور سنجیدگی کے ساتھ بیان
کی جاتی ہے[1]

کاشغر میں حضرت مریم کی قبر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

[1] HEART OF ASIA PAGE 29, 30



"کاشغر سے چھ میل کے فاصلہ پر مریم مزار کے نام سے ایک
مقبرہ موجود ہے۔ یہ قبر مقدس کنواری یعنی والدہ حضرت مسیح ناصری
کی بتائی جاتی ہے۔

روایت یہ بتاتی ہے کہ یوروشلم میں واقعہ صلیب مسیحؑ کے بعد
حضرت مریم کاشغر میں ہجرت کر کے آگئیں۔ جہاں آپ وفات
پاگئیں۔ اور آپ کا مزار بنایا گیا۔ یہ مقام آج کے دن تک
لوگوں کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے[1]"

---

[1] HEART OF . ISIA PAGE 39

# سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کا تاثر

## چودھویں شہادت

بیسویں صدی کے شروع میں سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کشمیر میں برٹش ریذیڈنٹ کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے۔ آپ اپنی معرکۃ الآرا کتاب "کشمیر" میں لکھتے ہیں :-

"بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کشمیری بنی اسرائیل کے گم شدہ اسباط سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نظریہ کی تائید میں اگرچہ میرے پاس کوئی حتمی شہادت نہیں ہے لیکن اسے تسلیم کئے بغیر چارہ کار بھی نہیں ہے اس سال پنجاب میں ایک عجیب و غریب فرقہ کے بانی نے وفات پائی ہے۔ جو مدعی تھا اس بات کا کہ وہ بیک وقت بنی اسرائیل کیلئے مسیح اور مسلمانوں کے لئے مہدی ہے اس نے یہ تحقیق پیش کی۔ کہ مسیح دراصل صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ صلیب پر سے زندہ اتار لیئے گئے اور کہیں روپوش ہو گئے جیسا کہ مسیح نے بھی پیشتر ازیں یہ کہا تھا۔ کہ وہ گمشدگان کی تلاش کے لئے آیا ہے۔ اس سے اس کی مراد بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کی تلاش تھی۔ چنانچہ وہ کشمیر میں آیا۔ یہیں فوت ہُوا اور سرینگر میں دفن ہوُا۔ یہ ایک حیرت انگیز نظریہ ہے۔ اور



احمدی جماعت کے بانی نے اسے بہت تفصیل سے پیش کیا ہے۔

آج سے کم و بیش ۱۹۰۰ برس پیشتر کشمیر میں یوز آصف نامی ایک مرد درویش ہو گذرا ہے۔ جو کہ اپنی تعلیمات کو تمثیلوں میں پیش کرتا تھا اس کی زیادہ تر تمثیلیں وہی ہیں جو کہ انجیل میں مسیح نے بیان کی ہیں مثال کے طور پر بیج بونے والے کی تمثیل یوز آسف نے بھی بیان کی ہے اور مسیح نے بھی۔ یوز آسف کی قبر سرینگر میں موجود ہے۔ احمدی جماعت کے بانی کا نظریہ یہ ہے کہ یوز آسف اور یسوع در حقیقت ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ جبکہ کشمیری لوگوں کی شکل و صورت اور خدوخال متفقہ طور پر یہودیوں کے مشابہ ہیں۔ تو اس قسم کے نظریہ کا صحیح ہونا کوئی بعید از قیاس امر نہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ اسرائیلی وضع قطع کے لوگ کشمیر میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً ایسے دیہات میں جو کہ بلندی پر واقع ہیں۔ یوں کہنا چاہیئے کہ یہاں اسرائیلی چوپان اپنے گلوں کی نگہبانی کرتے ہوئے ہر وقت دیکھے جا سکتے ہیں۔"

ان شہادتوں سے ظاہر ہے کہ یورپین محققین میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نظریہ غیر شعوری طور پر کسی حد تک مقبول ہو رہا ہے۔

---

# دُوسرا باب

## قرونِ اولیٰ میں عیسائیت کی اشاعت قدیم ہندوستان میں

۱۔ پہلی صدی عیسوی میں عیسائیت شمال مغربی ہندوستان اور جنوبی ہند میں اشاعت پا چکی تھی۔ اس کا ثبوت قدیم تاریخ سے ملتا ہے سی۔ ای ابراہام ایم اے اپنی کتاب "ہندوستان کا تہذیبی ورثہ" میں لکھتے ہیں :۔

"نصیبین یعنی ایڈلیسا کے مقدس بار۔ دائی۔ سال ۱۹۶ء میں تحریر کرتے ہیں کہ پارتھیا اور باختریا میں عیسائی موجود ہیں باختریا افغانستان کے کوہ ہندوکش کے علاقہ کا نام تھا"[1]

اس سے ظاہر ہے کہ افغانستان میں زمانہ قدیم میں عیسائیت اشاعت پا چکی تھی۔

۲۔ اسی طرح علامہ سید جمال الدین افغانی اپنے رسالہ تاریخ افغانستان میں لکھتے ہیں۔ افغانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ اسرائیلی الاصل

[1] THE CULTURAL HERITAGE OF INDIA VOLUME IV P. 560



ہیں باوجودیکہ ان کے ملک اور اسرائیلیوں کی سرزمین کے درمیان بڑی مسافت ہے۔ ان کے ملک میں ایک جگہ کا نام خیبر ہونا بعض لوگوں کے نزدیک اس رائے کی تائید کرتا ہے کہ وہ اصل میں اسرائیلی ہیں (خیبر عبرانی لفظ ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں)

افغانوں کی بعض عادات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے ملک کو چھوڑ کر موجودہ وطن کی طرف ہجرت کی تو وہ نصرانی مذہب میں تھے۔ پھر بعد میں مسلمان ہو گئے۔ اب تک ان میں اپنے نصرانی اجداد کے بعض آثار پائے جاتے ہیں[1]۔

(۳) اسی طرح پادری برکت اللہ صاحب ایم اے اپنی کتاب تاریخ کلیسائے ہندوستان[2] کے حصہ دوم میں قدیم تاریخی شہادت کی بنا پر لکھتے ہیں کہ ابتدائی مسیحی صدیوں میں بلوچستان اور افغانستان کے قرب وجوار میں مسیحی کلیسائیں قائم تھیں۔

### ہندی لٹریچر پر حضرت مسیح کی تعلیمات کا اثر

(۴) محققین اس امر سے حیران ہیں کہ ہندوستان کا قدیم لٹریچر حضرت مسیح ناصری کی تعلیمات سے متاثر ہے خصوصاً گیتا پر آپ کی تعلیمات کا گہرا اثر نظر آتا ہے (گیتا ابتدائی مسیحی صدیوں

[1] ۔ تاریخ افغانستان

[2] ۔ صفحہ ۱۰۷

میں لکھی گئی یا نئے سرے سے ترتیب دی گئی) ڈاکٹر لارنسر (LORINSER) نے ۱۸۶۹ء میں یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ بھگوت گیتا میں حضرت مسیح کی تعلیم ہندی لباس میں پیش کی گئی۔

پروفیسر ونڈش (WINDISCH) بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اناجیل اربعہ اور گیتا کے بعض مقامات حیران کن طور پر یکساں ہیں[2]

(۵) صحیفہ یوز آسف میں جو کہ اپنی اصل کے لحاظ سے سنسکرت میں تھا اور قدیم ہندوستانی لٹریچر کی فہرست مرتبہ علامہ ابن ندیم میں شامل ہے بعض تعلیمات اور تمثیلات بعینہٖ وہی ہیں جو کہ انجیل میں درج ہیں اسی مماثلت کے باعث عہد حاضر کے نقاد کہتے ہیں کہ اس افسانے میں گوتم بدھ کی زندگی کے حالات کی عیسوی تعبیر پیش کی گئی ہے[2]۔ اس کتاب کا مفصل ذکر الگ کیا جا رہا ہے۔

(۶) بھوشیہ پران کے ایک نسخہ میں تورات کا ایک مکمل باب بزبان سنسکرت درج ہے[3]۔ اسی بھوشیہ پران میں حضرت مسیح کی آمد ہندوستان اور ان کے ذریعہ کتاب مقدس کی تبلیغ کا ذکر ہے۔ ان تاریخی شواہد سے یہ امر ثابت ہے کہ پہلی صدی عیسوی میں عیسائیت ہندوستان میں شائع تھی اور اس سے ہندو اور بدھ لٹریچر متاثر ہوا۔

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو پادری برکت اللہ صاحب ایم اے کی کتاب تاریخ کلیسائے ہندوستان حصہ دوم صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۶

[2] تاریخ ملت عربی از حتی صفحہ ۲۴۶

[3] ملاحظہ ہو سر چارلس ایلیٹ کی کتاب ہندوازم اینڈ بدھ ازم حصہ دوم ص۲۰۰



# کتاب یوز آسف

یوز آسف کی کشمیر میں آمد، وفات اور دفن کئے جانے کا ذکر ایک قدیم کتاب میں بھی ہے جو کہ صحیفہ یوز آسف کے نام سے پہلے سنسکرت میں لکھی گئی پھر یونانی، عربی، لاطینی اور دنیا کی دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ یوز آسف کی کہانی ازمنۂ وسطیٰ میں شاید سب سے مشہور افسانہ تھا۔ یوز آسف کو لاطینی اور یونانی کلیسیا نے تقدس کا جامہ پہنایا اور اس طرح وہ دو مرتبہ عیسیٰ ولی بنایا گیا اور مغرب میں اس کے نام کے گرجے تعمیر کئے گئے اور اسے سینٹ جوز آفٹ کا نام دیا گیا۔ علامہ ابن ندیم کی فہرست میں ایک کتاب بوذآسف کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب حتی کی تحقیق میں پہلوی میں تھی اور عربی میں ترجمہ ہوئی۔ عہد حاضر کے نقاد یوز آسف کے افسانے میں گوتم بدھ کی زندگی کے واقعات کی عیسوی تعبیر دیکھتے ہیں[1]

صحیفہ یوز آسف میں حضرت مسیحؑ اور بدھ کے واقعات اور تعلیمات

[1] - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ تاریخ ملت عربی از پروفیسر فلپ حتی اردو ترجمہ انجمن ترقی اردو۔ صفحہ ۳۰۸

کو خلط ملط کر کے پیش کیا گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کی بعض انجیلی
تمثیلات صاف الفاظ میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ جو کہ یوز آسف
کی طرف منسوب کی گئیں مثلاً دانہ بونے والی تمثیل بعینہٖ وہی ہے
جو کہ انجیل میں آئی۔

اس صحیفہ کے آخر میں یوز آسف کی وفات کا ذکر ہے اور پوری
طرز پر کشمیر میں اس کے دفن ہونے کا بیان موجود ہے

آج سے ایک ہزار سال پہلے شیعہ کتاب "اکمال الدین" میں جس
کے مصنف الشیخ السید الصادق ابی جعفر محمد تھے۔ قصہ یوز آسف
کا آخری حصہ یوں درج ہے۔

"یوز آسف بہت سے ملکوں اور شہروں میں پھرتے ہوئے
بالآخر اس ملک میں آئے جس کا نام کشمیر ہے۔ اس میں پھرتے
رہے۔ اور یہاں آپ نے زندگی بسر کی اور ٹھہرے رہے یہاں
تک کہ موت کا وقت آگیا اور انہوں نے خاکی جسم کو چھوڑا اور نور
کی طرف ان کا رفع ہوا۔ اور اپنے مرنے سے پہلے انہوں نے اپنے
ایک شاگرد یابد نامی کو بلایا۔ جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا اور ہمیشہ
آپ کے پاس حاضر رہتا تھا۔ اور کل امور میں کامل تھا۔ پس انہوں
نے اس کو وصیت کی۔ اور فرمایا کہ میرا اس دنیا سے اٹھنے کا
وقت قریب آگیا ہے۔ سو تم اپنے فرائض اہتمام سے ادا کیا
کرنا۔ حق سے نہ مڑنا اور عبادات کا پابند رہنا۔ پھر یابد کو حکم کیا



کہ میرے لئے ایک مکان یعنی مقبرہ بنانا۔ اور اپنے پاؤں کو پھیلایا
سر مغرب کی طرف کیا۔ اور منہ مشرق کی طرف۔ اور اپنی جان
دے دی۔"

جوزف جیکب[1] نے صحیفہ یوز آسف کے ترجمہ میں جو کہ "برلام
اینڈ جوزفٹ" کے نام سے شائع ہوا۔ یوز آسف کے قصہ کی قدیم
ترین صورت یہ بیان کی ہے۔ کہ

"یوز آسف کشمیر میں گئے۔ موت کے وقت آپ نے اپنا سر
مغرب کی طرف کیا اور ٹانگیں مشرق کی طرف۔ اور اپنی جان جان
آفرین کے سپرد کر دی[2]"

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ یوز آسف موت کے وقت شرقاً
غرباً لیٹ گئے۔ یہ خالصتہً یہودی طریق ہے یہودیوں کی قبریں
شرقاً غرباً ہوتی ہیں۔ چنانچہ کشمیر میں بھی بعض قدیم قبریں اسرائیلیوں
کی موجود ہیں جو کہ شرقاً غرباً ہیں۔

صحیفہ یوز آسف میں یہ بھی لکھا ہوا موجود ہے کہ
یوز آسف کے پاس اللہ تعالیٰ کے فرشتے آتے اور اسے
پیغام پہنچاتے تھے۔ اس کو ایک کشف دکھایا گیا۔ جس کے

---

[1] صفحہ ۳۵۹
[2] BARLAM AND JOSPHAT P. CV

ایک حصہ کی تعبیر اس نے یہ کی کہ درخت کی تعبیر بشریٰ ہے جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔" ظاہر ہے کہ بشریٰ سے مراد انجیل[1] ہے۔

آغا مصطفیٰ اپنی کتاب "احوال اہالیان پارس" میں لکھتے ہیں کہ مغرب سے یوز آسف ایران میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے تعلیم دی اور بہت سے لوگ آپ پر ایمان لائے۔ ایرانی روایت کی رو سے یوز آسف اور حضرت مسیح کی تعلیمات ایک جیسی ہیں[2]۔

ان تاریخی شواہد سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام یوز آسف کے نام سے مشرق میں وارد ہوئے ایران میں آئے اور ہندوستان میں کشمیر کے ملک میں فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد فوت ہو گئے۔

---

۱۔ بحوالہ اکمال الدین صفحہ ۳۵۸

۲۔ مفہوم صفحہ ۲۱۹



# حضرت مسیح کی نامعلوم زندگی کے متعلق

## بُدھ مذہب کی خانقاہ کے صحائف

نکولس ناٹووچ ایک روسی سیاح تھے جو ۱۸۹۰ء کے قریب ہندوستان سے ہوتے ہوئے کشمیر اور گلگت سے گذر کر لداخ پہنچے وہاں گھوڑے سے گر کر ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اور وہ بدھ مذہب کی ایک خانقاہ میں کئی ماہ رہے۔ جہاں بدھ مذہب کے علماء انہیں اپنے کتب خانہ میں سے پرانی کتابیں ترجمہ کر کے سنایا کرتے تھے۔ ان میں انہوں نے عیسیٰ کے حالات پڑھ کر سنائے۔ جو بالکل مسیح ناصری کے حالات تھے۔ اس کتاب کا ترجمہ کر کے وہ ساتھ لے گئے اور فرانسیسی زبان میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع ہوا۔ اس کتاب کا نام ہے

THE UNKNOWN LIFE OF JESUS CHRIST

اس کتاب سے ظاہر ہے کہ یسوع مسیح چھوٹی عمر میں اس طرف آگئے اور جب تیس سال کے قریب عمر ہوئی تو واپس فلسطین گئے اور صلیبی واقعہ پیش آیا۔

یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ ہندو لٹریچر یعنی بھوشیہ پران

ہیں صاف لکھا ہے کہ وہ اپنی قوم کی طرف سے دُکھ دیئے جانے کے
بعد بڑی عمر میں ہمالیہ ویش میں آئے۔ لیکن بدھ لٹریچر میں بعض جگہ
حضرت مسیح کے سوانح میں غلط رنگ آمیزی کر دی گئی اور لکھدیا گیا
کہ آپ بدھ مذہب کے ایک شاگرد تھے۔ بچپن میں ہندوستان آئے اور
بُدھ خانقاہوں سے حصول تعلیم کے بعد جوانی میں فلسطین واپس پہنچے
ایسا لکھنے کی غرض یہ تھی کہ حضرت مسیح کو بُدھ مذہب کا ایک خوشہ چین
ظاہر کیا جائے۔ کیونکہ لاماؤں کے لئے یہ چیز ناقابل برداشت تھی
کہ حضرت گوتم بُدھ کے بعد کوئی عظیم الشان ریفارمر باہر سے آئے
اور لوگوں کو اپنی تعلیمات سے مسحور اور گرویدہ بنالے۔ اس لئے انہوں
نے حضرت مسیح کو بُدھ مذہب کا ایک شاگرد ظاہر کیا۔ اس غلطی کے
باوجود بدھ خانقاہوں کے صحائف سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ حضرت
مسیح عیسےٰ کے نام سے ہندوستان کے بُدھ حلقوں میں مشہور تھے برہمنوں
نے آپ کی شدید مخالفت کی لیکن بدھوں میں آپ عزیز تھے آپ نے ہندوستان
میں دُور دُور تک سفر کیا اور اپنی تعلیمات کو پھیلایا جب یہ کتاب شائع
ہوئی تو عیسائی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ انہوں نے پُورا زور لگایا کہ اس
کتاب کو جعلی ثابت کیا جائے۔ ناٹووچ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے
کہ میرے کام پر نکتہ چینی تو ضرور کی جائیگی لیکن اس تنقید سے پیشتر میں
یہ درخواست کروں گا کہ ایک مشن ترتیب دیا جائے جو کہ ہندوستان جاکر
ان نسخوں کو جن سے میں نے استفادہ کیا ہے بچشم خود دیکھ آئے



تاکہ ان کی تاریخی اہمیت سے متعلق شک وشبہ نہ رہے
آپ نے تاریخی تحقیق میں دلچسپی لینے والی سوسائٹیوں کو
یہ درخواست پیش کی۔ جب ان کی درخواست کو ٹھکراتے
ہوئے بے سروپا اعتراضات کا سلسلہ بند نہ ہوا۔ تو اپنی
کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں نوٹووچ نے چیلنج کیا۔ کہ
میں محققین کے ایک مشن کے ساتھ ہندوستان جانے
کے لئے تیار ہوں اور بُدھ صحائف سے ان کی تسلی کروا سکتا
ہوں۔ لیکن ان کے اس چیلنج کو کسی سوسائٹی نے قبول نہیں
کیا۔ ہاں ایک فاضل خاتون لیڈی میرک نے از خود اس
چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ہمس جاکر تحقیقات کی اور اس
کے نتائج شائع کر دیئے۔ یہ خاتون لکھتی ہیں۔

"لداخ میں لیہ شہر میں مسیح کی روایت ہمیں ملتی ہے۔ جو کہ
یہاں عیسیٰ کے نام سے مشہور تھے ہمس کے بدھ معبد میں ۱۵۰۰ سو
سال قبل کی نہایت قیمتی دستاویز رکھی ہیں۔ جو کہ حیات مسیح کے
ان ایام سے تعلق رکھتی ہیں جو اس نے یہاں بسر کئے ان میں لکھا ہے۔ کہ
اس علاقہ میں مسیح کو خوش آمدید کہی گئی اور یہاں اس نے لوگوں کو تعلیم دی"ؔ

ؔ IN THE WORLDS ATTIC P. 215
BY LADY KENRIETTA S MERRICK (1913)

دوسری کتاب اس موضوع پر ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی
اس کتاب کا نام ہے

THE AQUARIAN GOSPAL OF
JESUS THE CHRIST

اس کتاب کے مصنف کا نام لاوی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا
ہے۔ کہ حضرت مسیح کی نامعلوم زندگی کے یہ حالات مجھے القا
ہوئے ہیں۔ اس کتاب میں بھی زیادہ تر حالات وہی ہیں جو کہ
روسی سیاح نوٹووچ نے لکھے ہیں۔

---



# ہندوستان میں عیسائیت کے آثار کا ثبوت

## توما حواری کی ہندوستان میں آمد

حضرت مسیح ناصری کے بعض حواری بھی ان کے تتبع میں
شمال مغربی ہندوستان میں پہنچے۔ توما رسول جس وقت ٹیکسلا
میں آئے تو یہاں پارتھی بادشاہ گنڈوفارس کی حکومت تھی تیسری
صدی عیسوی کی کتاب اعمال توما میں گنڈوفارس کے عہد حکومت
میں توما کے ہندوستان جانے کا ذکر موجود ہے اس کتاب کے بیانات
کو محض افسانوی درجہ دیا جاتا تھا۔ لیکن ٹیکسلا کی کھدائیوں نے اس
افسانہ کو حقیقت میں بدل دیا۔ گنڈوفارس کے سکے۔ کتبے
اور اس کے محل کے آثار ان کھدائیوں میں برآمد ہو چکے ہیں۔ گنڈو
فارس کے بھائی کا نام اعمال توما میں جاد لکھا تھا۔ اس نام کے
سکے بھی ملے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اعمال توما کا یہ دعویٰ
کہ توما حواری ہندوستان پہنچے حقیقت پر مبنی ہے۔ ایک تاریخی امر
ہے نہ کہ محض ایک کہانی۔

سرجان مارشل نے جو کہ متحدہ ہندوستان میں آثار قدیمہ کے
ڈائرکٹر تھے۔ ٹیکسلا کے آثار قدیمہ پر عظیم الشان کام کیا ہے انہوں

نے ٹیکسلا نام سے اپنی تحقیق شائع کردی ہے اس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ توما حواری ہندوستان میں گنڈو فارس کے عہد میں آئے تھے اور یہ افسانہ حقیقت میں بدل چکا ہے۔ سنین کی فہرست میں چالیس عیسوی کے آگے یہ نوٹ موجود ہے۔ کہ اس سال مقدس توما شہنشاہ گنڈوفارس کے دربار میں باریاب ہوئے[1]

ڈاکٹر کیورٹن کو جنوبی مصر کی خانقاہ سے چند قدیم سامی صحائف ملے ہیں جو کہ دوسری صدی عیسوی کے شروع میں لکھے گئے۔ ان میں سے ایک رسولوں کی تعلیم ہے۔ اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدس توما رسول نے ہندوستان سے ایڈیسیا کی سریانی کلیسیا کو چند خطوط روانہ کئے تھے اور لکھا ہے کہ توما ہندوستان میں فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے ہیں۔

اعمال توما سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح ناصری حواریوں پر ظاہر ہوئے۔ انہوں نے توما کو فرمایا آپ ہندوستان چلے جائیں۔ توما نے یہ شکایت کی کہ میں کمزور جسم کا آدمی ہوں اتنا لمبا سفر نہ کرسکوں گا۔ حضرت مسیحؑ نے اصرار کیا۔ آپ کے پاس اس وقت ہندوستان کے بادشاہ گنڈوفارس کا ایک نمائندہ حبان نامی کھڑا تھا۔ جو کہ کاریگر بھرتی کرنے کے لئے

[1] ۔ جلد اول زیر عنوان توما کی آمد ہندوستان



شام میں آیا ہوا تھا۔ اس موقعہ پر لکھا ہے کہ

یسوع مسیح نے حبان سے پوچھا کہ کیا تو معمار غلام خریدنا چاہتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ خداوند نے فرمایا میرے پاس ایک غلام ہے جو معمار ہے اور جس کو میں فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہکر آپ نے توما کی جانب اشارہ کیا جو دور کھڑا تھا۔ آپ نے ۲۰ ببر چاندی کے عوض اس کو بیچ دیا اور ایک دستاویز لکھ دی جب دستاویز تیار ہوگئی تو مسیح نے توما کو حبان کے حوالہ کردیا۔ حبان نے توما سے دریافت کیا کہ کیا یہ شخص تیرا مالک ہے؟ توما نے جواب دیا۔ ہاں۔ میرا آقا یہی ہے۔ چنانچہ دوسرے روز توما حبان کے ہمراہ بحری جہاز کے ذریعہ ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوگئے:

اس کے بعد لکھا ہے کہ توما گنڈوفارس بادشاہ کی مملکت میں ہندوستان کے شمال مغرب میں پہنچے۔ جہاں خود بادشاہ اور بہت سے لوگ عیسائیت میں داخل ہوگئے۔ جب توما کو کام کرتے کچھ عرصہ گذر گیا اور بہت سے لوگ ہدایت پا گئے۔ تو اعمال توما میں لکھا ہے کہ ایک رات کو رسول سو گیا تو خداوند مسیح اس کے پاس آیا اور اس کے سرہانے کھڑا ہوکر کہنے لگا۔ کہ توما! علی الصبح اٹھ کر ان سب کو بعد دعا برکت دے اور تو مشرقی سڑک پر دو میل چلا جا۔ وہاں میں تجھے اپنا جلال دکھاؤنگا کیونکہ

تیرے جانے سے بہت سے لوگ میری پناہ میں آجائینگے
چنانچہ توما وہاں سے جنوبی ہند کی طرف چلے گئے۔ جہاں وہ
فریضہ تبلیغ ادا کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

اعمال توما کی مفصل کہانی کا یہ خلاصہ ہے۔ اس میں یہ کہانی
چونکہ تیسری صدی عیسوی میں لکھی گئی اور پھر اس پر بہت سے اضافے
ہوتے رہے۔ اس لئے اس کہانی میں حضرت مسیح کی ہندوستان
میں آمد کو کشفی رنگ دے دیا گیا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ توما
کے بعد حضرت مسیح خود یہاں پہنچ گئے۔ اور توما کو آپ نے جنوبی
ہندوستان میں تبلیغ کے لئے بھیجدیا۔ کیونکہ وہاں کے اسرائیلی
صداقت کے لئے تڑپ رہے تھے۔

حال ہی میں ایک کتاب کرسچینز اینڈ کرسچینٹی ان انڈیا اینڈ
پاکستان" کے نام سے لندن سے شائع ہوئی ہے اس کتاب
کے مصنف ایک مغربی محقق پی۔ تھامس ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔
"یہ یقینی امر ہے کہ توما رسول نے خشکی کے راستے شمال
مغربی ہندوستان کے بادشاہ گنڈوفارس کی سلطنت کی
طرف سفر اختیار کیا۔ اور اس کی مملکت کو انجیل کے پیغام سے
روشناس کرنا شروع کیا۔۔،۔۔۔۔۔۔ اس زمانہ میں فارس
اور افغانستان میں یہود کا ایک معتد بہ حصہ آباد تھا۔ جو کہ
اپنے وطن سے جلاوطن ہونے کے بعد یہاں آکر بس گیا تھا



توما رسول اپنے ہم وطن قبائل میں آمد مسیح کی خوشخبری سنانے
کے لئے مضطرب تھے۔ اس لئے وہ اس حصہ ملک میں سب
سے پہلے وارد ہوئے۔ آج بھی انڈو افغان سرحد کے کئی قبیلے
اسرائیلی النسل ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ توما کو یہاں تبلیغ کرتے
ہوئے جب کچھ عرصہ گذر گیا تو شمالی ہندوستان میں حالات
بدل گئے اور کشانوں کے حملہ کی وجہ سے ہر طرف انارکی پھیل
گئی۔ توما رسول کو بنی اسرائیل کی ایک بڑی تعداد کے متعلق یہ خبریں
پہنچ رہی تھیں۔ کہ وہ ہندوستان کے مغربی ساحلی علاقوں میں
بھی آباد ہیں۔ ان وجوہ کی بناء پر توما نے فیصلہ کیا کہ گنڈوفارس
کی مملکت میں فریضہ تبلیغ ادا کرنے کے بعد ساحل مالابار کی طرف
بھی جانا چاہیئے۔ مغلیہ دور حکومت میں ایک عیسائی مشن فادر جیسواٹ
(JESUIT) کی سرکردگی میں کام کر رہا تھا۔ اس مشن نے قدیم ہندوستان
کے عیسائیوں کی تلاش میں کوہ ہندوکش کا سفر کیا۔ کیونکہ اس مشن کو
عیسائی روایات کی رو سے علم تھا۔ کہ توما رسول نے ان علاقوں کے
اسرائیلی قبائل میں عیسائیت کی اشاعت کا کام کیا ہے"
اس کے بعد ایک اور کتاب کرسچین انڈیا" کے نام سے شائع ہوئی
ہے۔ اس کتاب کے مصنف ایف اے پلیٹنر (F.A. PLATTNER)
ہیں۔ انہوں نے شمالی اور جنوبی ہندوستان میں توما کی تبلیغی

معموں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اس کتاب کے شروع میں انہوں نے توما کے مجسمہ کا عکس بھی دیا ہے جو کہ مالابار کے توما کے گرجا سے کھدائی میں برآمد ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:-

"۱۵۲۲ء میں اس مقام پر پرتگیزافسروں کے ایک مشن نے کھدائی کا کام کیا۔ گرجا کے اندر ممبر کے نیچے کئی فٹ کی گہرائی پر ایک قبر پائی گئی جن میں انسانی ہڈیاں موجود تھیں اور دوسری چیزوں میں سے جو دستیاب ہوئیں ایک لوح بھی تھی جس پر دو تصویریں کھدی ہوئی تھیں ان میں سے ایک تصویر یقینی طور پر مقدس توما کی ہے اسکے ایک ہاتھ میں انجیل دکھائی گئی ہے اور دوسرا ہاتھ اس نے آگے بڑھایا ہوا ہے یہ گرجا مدراس سے چھ میل جنوب مغرب کی طرف توما کے مقام شہادت پر تعمیر ہوا تھا[۱]

توما کے علاوہ برتلمائی کے متعلق بھی عیسائی روایت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ وہ بھی ہندوستان میں تبلیغ کے لئے آئے تھے وہ ہندوستان میں متی کی آرامی انجیل کے مطابق منادی کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرماتے ہیں:۔

"جیساکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سفر میں صرف ابوبکر کو ساتھ لیا تھا اور جیساکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی اصحاب مختلف راہوں سے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے تھے ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دھوما حواری کو ساتھ لیا اور دوسرے حواری مختلف راہوں سے مختلف وقتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جا پہنچے تھے اور جب تک حضرت عیسیٰ ان میں رہے جیسا کہ آیت و ما دمت فیہم کا منشاء ہے وہ سب لوگ توحید پر قائم رہے"[۲]

[۱] صفحہ ۲۹-۳۰ [۲] صفحہ ۲۲۴



# تیسرا باب

## حضرت مسیح کی آمد کشمیر سے متعلق چند اعتراضات کے جوابات

**پہلا اعتراض** حضرت مسیح کی کشمیر میں آمد سے متعلق ایک عام اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جہاں حضرت مسیح نے اپنے زمانۂ نبوت کے دو تین سال بسر کئے وہاں یعنی مغرب میں عیسائیت کی وسیع پیمانہ پر اشاعت ہوئی۔ اور اس حصہ میں عیسائیت کے آثار ہر طرف پائے جاتے ہیں لیکن مشرق کے جس حصہ میں حضرت مسیح نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بسر کیا خصوصًا کشمیر میں قدیم عیسائیوں کے آثار ناپید ہیں اور عیسائیت مفقود

**جواب** اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کشمیر میں بہت کم آثار قدیمہ کی کھدائیاں ہوئی ہیں قدیم تاریخ کا بہت بڑا حصہ ابھی تک زمین کے سینہ میں مدفون ہے۔ خود قبر یوز آسف ایک بہت بڑا راز ہے جسے اگر کھولا جائے تو کسر صلیب کا عظیم الشان کام بپایۂ تکمیل پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "الھدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ" میں لکھا ہے۔ کہ "حضرت عیسیٰ نے صلیب پر وفات نہیں پائی۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے صلیب

سے نجات دے کر انہیں لعنتی موت سے بچا لیا۔ اس کے بعد حضرت عیسٰے نے (فلسطین سے) ہجرت کی۔ تا (اپنے دشمنوں کی پہنچ سے باہر ہو کر) سکون سے زندگی گذار سکیں۔ اور بنی اسرائیل کے پراگندہ قبائل کو ایک جگہ جمع کر سکیں۔ پس آپ کشمیر پہنچے۔ اور وہاں ہی سکونت اختیار کر لی۔ اسی کشمیر میں آپ نے وفات پائی۔ اور اپنے بعض دوستوں کے پہلو میں محلہ خانیار میں دفن ہوئے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں قبروں کے کتبے لکھنے کا رواج تھا (اور میں اپنے علم کے بموجب یہ بات کہہ رہا ہوں، کیونکہ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی قبر ان آثار سے خالی ہو گی)، اور پھر قبر کو کھدوا بھی جائے۔ تو کئی عجیب و غریب اسرار ظاہر ہوں گے۔ ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالٰے ایسا ہی کرے۔ اور کافروں کی جڑ کاٹ دے"۔

(الہدیٰ والتبصرہ لمن یریٰ صفحہ ۱۱۷)

ہمارا یقین اور ایمان ہے۔ کہ کسی زمانہ میں یہ قبر کھودی جائے گی اور اس میں سے ایسی الواح اور آثار نکلیں گے، جو کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ کی تحقیق کی پوری تصدیق کر دیں گے، فی الحال جو کھدائیاں ہوئی ہیں، یا آثار ملے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کشمیر میں قرونِ اولیٰ میں عیسائی موجود تھے۔ جو کہ موجودہ عیسائیوں سے اپنے عقائد کے لحاظ سے بہت مختلف



تھے چنانچہ کشمیر میں بہت سی ایسی قبریں ہیں۔ جو کہ اسلامی طریق پر شمالاً جنوباً کی بجائے یہودی طریق پر شرقاً غرباً بنائی گئی ہیں۔ بعض قبروں پر عبرانی یا قدیم سامی حروف کندہ ہیں۔

۲۔ اسی طرح کشمیر میں بارہ تیرہ سال پہلے کی کھدائیوں میں قرونِ اولیٰ کے عیسائیوں کا قبرستان برآمد ہوا ہے جس میں سے صلیبیں نکلی ہیں۔ الواح کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ قبریں حضرت مسیح ناصری کے ماننے والوں کی ہیں۔ چنانچہ پادری برکت اللہ صاحب ایم اے اپنی کتاب تاریخ کلیسائے ہندوستان حصہ دوم میں لکھتے ہیں:۔

"حال ہی میں شمالی ہندوستان سے بھی اس قسم کی صلیبیں[1] ملی ہیں یہ صلیبیں کشمیر کی قدیم قبروں میں پہاڑ کی وادی سے دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کی بناوٹ ان کے نقش و نگار اور الواح کی عبارت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ صلیبیں نسطوری ہیں، اور قبریں نسطوری مسیحیوں کی ہیں۔ یہ امور ثابت کرتے ہیں۔ کہ قدیم صدیوں میں کشمیر میں بھی مسیحی کلیسائیں جا بجا قائم تھیں، اور وہاں نسطوری مسیحی کثرت سے آباد تھے[2]"۔

یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے۔ کہ قدیم نسطوری بھی موجودہ عیسائی عقائد سے مختلف عقیدے رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کو یورپ رو ما نے

[1] ابتدائی عیسائی اس خیال سے نشان صلیب کو استعمال کرتے تھے کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ میرے پیچھے وہ آئے جو اپنی صلیب خود اٹھائے جیسے مسلمان کفن باندھ کر جہاد میں جاتے تھے۔ اسی طرح عیسائی صلیب کا نشان رکھتے تھے [2] کتاب مذکورہ صفحہ ۱۵۷

بدعتی قرار دے رکھا تھا، وہ زیادہ تر مشرقی ممالک میں پھیل گئے، اور کلیسائے روم سے اپنا تعلق منقطع کر لیا۔ عیسائی محققین کی یہ عادت ہے کہ جہاں مشرق میں ایسے آثار پاتے ہیں۔ جو کہ موجودہ عیسائیت سے مختلف ہوتے ہیں۔ وہ ان کو نسطوری قرار دیتے ہیں چنانچہ رورک سیاح نے اپنے سفر نامہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ کشمیر تبت اور لداخ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کی روایت نسطوری عیسائیوں کے اثر کا نتیجہ ہے بہر حال کشمیر کا یہ قدیم عیسائی قبرستان ایک زبردست ثبوت ہے اس امر کا کہ ابتدائی صدیوں میں یہاں ایسے عیسائی بستے تھے۔ جو کہ موجودہ عیسائیت سے مختلف عقیدے رکھتے تھے ؛

۳۔ ایل ڈبلیو براؤن جو کہ یوگنڈا کے مشہور بشپ ہیں لکھتے ہیں :-

"پہلی صدی عیسوی میں ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک قابل ذکر یہودی نو آبادی قائم تھی جس میں ابتدائی عیسائی مبلغین کے لئے بے پناہ کشش پائی جاتی تھی۔ چنانچہ توما حواری ان میں تبلیغ کے لئے پہنچے۔ دوسری صدی عیسوی کے آخر میں "باردِ سان" (Bardaisan) اپنی تصنیف "کتاب مثلیث" میں ان پارتھین عیسائیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو کہ مشرک قوموں کے درمیان زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے پارتھیوں کو پچاس عیسوی میں کشان حملہ آوروں نے تباہ و برباد کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ پارتھی عیسائی مشرک کشانوں کے زغہ



میں گھر گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شمالی ہندوستان میں اب بھی قدیم عیسائی قبائل کی نسلیں آباد ہیں۔ لیکن وہ اپنا عقیدہ کسی پر ظاہر نہیں کرتے بلکہ اسے ایک راز رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر "ٹھٹھہ" سندھ میں ایک فقیر جماعت ہے۔ جن کا نام "یارتول مائی" ہے۔ جو کہ آرامی نام ہے۔ یہ لوگ دعوےٰ کرتے ہیں۔ کہ مقدس توما کی تبلیغ کے نتیجہ میں جو عیسائی ہوئے تھے وہ ان کی نسل ہیں۔ اس کے ثبوت میں وہ اپنی کتابیں اور قدیم تبرکات پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہ انہیں عوام الناس پر ظاہر نہیں کرتے۔ آر۔ اے۔ ٹراٹر نے اپنی کتاب "سندھ کی تاریخ عیسائیت" میں اس فقیر گروہ کا ذکر کیا ہے ؛

(Indian Christians of St. Thomas P 47)

مذکورہ بالا کتاب میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ یہودی قبائل کے ہندوستان کے شمال مغرب میں آباد کا ہونے کا ثبوت یہ ہے۔ کہ ٹیکسلا سے ایک ایسا کتبہ ملا ہے۔ جو کہ آشوک کا ہے اور آرامی حروف اور آرامی زبان میں ہے۔ یہ زبان اور رسم الخط اس زمانہ میں یہودیوں کا تھا ؛

مصنف کی اس تحقیق پر ہم یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آشوک کے دو اور آرامی کتبے افغانستان میں "لغمان" اور "قندھار" سے مل چکے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ شمال مغرب میں آرامی زبان دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ بولی اور لکھی جاتی تھی۔ اشوک بھی مجبور تھا، کہ اس زبان میں لوگوں کیلئے کتبے کندہ کراتا۔ بائبل کی کتاب آستر میں لکھا ہے کہ یہودی فارسی سلطنت کے سب صوبوں میں جو کہ حبش سے لے کر دریائے سندھ تک پھیلے ہوئے

ل صفحہ ۵۸۰ و ۵۸۵

ہیں۔ آباد ہیں۔ وہ اپنی زبان اور اپنے حروف استعمال کرتے ہیں۔ ہندوستان میں آنے والے اسرائیلی قبائل آرامی بولتے اور لکھتے تھے، پس یہی وجہ ہے کہ یہاں آرامی زبان اور اس کے حروف پھیل گئے اور جیسا کہ آگے ذکر آئے گا آرامی انجیل بھی یہاں کے قدیم عیسائیوں کے پاس موجود تھی ؛

**دوسرا اعتراض** ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مغرب میں نصاریٰ کے پاس انجیل موجود ہے۔ لیکن مشرق میں حضرت عیسےٰؑ کی حقیقی انجیل کے آثار نہیں ملتے ؛

**جواب** : اس کا جواب یہ ہے کہ مغرب میں حضرت عیسےٰؑ کی انجیل سرے سے موجود ہی نہیں۔ موجودہ اناجیل پہلی صدی عیسوی کے عیسائیوں کی مرتب کردہ ہیں اور حضرت مسیح کی تعلیمات اور ان کے حالات زندگی پر مشتمل ہیں مختلف روایات کو انہوں نے یونانی زبان میں قلم بند کیا۔ حالانکہ حضرت مسیح ناصری کی مادری زبان آرامی تھی۔ ان کی اصل انجیل آرامی میں ترتیب دی گئی۔ چنانچہ قدیم عیسائی لٹریچر سے ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیحؑ کے حواری متی آرامی انجیل کے مرتب کرنے والے تھے۔ یہ انجیل حوادث زمانہ کی وجہ سے مغرب میں بالکل ناپید ہو گئی لیکن ہندوستان کے شمال مغرب میں اس کے آثار ہمیں ملتے ہیں۔ سکندریہ کا ایک عیسائی فلاسفر پینٹینس (Pantaenus) دوسری صدی عیسوی میں ہندوستان میں گیا۔ وہاں متی کی وہ آرامی انجیل موجود تھی۔ جو کہ مغرب میں بالکل مفقود تھی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔ کہ اس کا ایک نسخہ میں نے وہاں سے حاصل کیا



اور سکندریہ کی لائبریری میں لا کر رکھا ؛

وہ کہتا ہے۔ کہ یہ انجیل حضرت مسیح کے ایک حواری برتلمائی رسول کے ذریعہ ہندوستان میں پہنچی۔ قرون اولیٰ کا مؤرخ اور قیصریہ کا بشپ یوسی بیوس (Eusebius ۲۶۵ء تا ۳۴۰ء) پینٹینس کی اس روایت کے متعلق لکھتا ہے :-

"فلاسفر پینٹینس اپنے زمانہ کا لاثانی عالم تھا۔ . . . . وہ کلام اللہ کی اشاعت میں ایسا جوشیلا تھا کہ مشرقی اقوام کے لئے مسیح کی انجیل کا پیشرو بنا۔ اور ہندوستان کو گیا۔ . . . . . . کہتے ہیں کہ جب وہ ہندوستان گیا۔ تو وہاں اس کو ایسے لوگ ملے، جن میں رسول برتلمائی نے منادی کی تھی، اور یہ رسول ان لوگوں کے لئے متی کی مرتب کردہ عبرانی (آرامی) انجیل کا ایک نسخہ چھوڑ گئے تھے، جو اس وقت تک ان کے پاس محفوظ تھا وہ لوگ متی کی اس انجیل سے بخوبی واقف تھے پینٹینس نے ان لوگوں میں نہایت قابل تعریف کام کیا[۱]"۔

مقدس جیروم (۳۴۰ تا ۴۲۰ عیسوی) لکھتے ہیں :-

"ہندوستان کے وفد کی درخواست پر سکندریہ کے بشپ ڈیمیٹریس نے مقدس پینٹینس کو ہندوستان بھیجا۔ وہاں جا کر اس کو معلوم ہوا، کہ برتلمائی نے جو بارہ رسولوں میں سے تھا، ان لوگوں میں خداوند یسوع کی خوشخبری انجیل متی کی رو سے دی تھی، انجیل کا یہ نسخہ

۱؎ تاریخ یوسی بیوس کتاب پنجم باب دہم

عبرانی (آرامی) زبان میں لکھا ہوا تھا۔ جب پنٹینس واپس سکندریہ
آیا۔ تو وہ اس نسخہ کو اپنے ہمراہ لے آیا [۵]
پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے مذکورہ حوالوں پر تبصرہ کرتے
ہوئے لکھتے ہیں:۔

"دوسری مسیحی صدی کے آخر میں انجیل کے آرامی نسخے نایاب ہو
گئے تھے۔ جب مقدس پنٹینس نے اس نایاب نسخہ کو (ہندوستان
میں) دیکھا۔ تو اس کا دل خوشی کے مارے بلیوں اچھل پڑا۔ اور
اس نے ہندوستان کی کلیسیا سے یہ نایاب نسخہ مانگا۔ تاکہ
وہ سکندریہ کے دینیات کے کالج کے کتب خانہ کی زینت ہو
ارکان کلیسیا نے پنٹینس کی لاجواب خدمات کے عوض یہ نایاب
نسخہ سکندریہ کی کلیسیا کو دے دیا۔ ان دنوں روئے زمین پر
سکندریہ جیسا کتب خانہ موجود نہ تھا، پس مناسب و موزوں
بھی یہی تھا۔ کہ اس قسم کا نایاب نسخہ سکندریہ کی کلیسیا کے دینیات
کے کالج میں ہو۔ جو علم و فضل کے لحاظ سے یگانہ روزگار تھا"۔

(تاریخ کلیسیائے ہندوستان حصہ دوم صفحہ ۲۷-۲۸)

ان شہادات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی اصل آرامی انجیل شمال مغربی
ہندوستان میں موجود تھی۔ جہاں کہ پنٹینس دوسری صدی عیسوی میں وارد ہوئے

[۵] Jerome, Liber de Viris Illustribus. ch 36



۳۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے۔ کہ فلسطین میں ذریعہ تبلیغ آرامی زبان
تھی۔ قدیم ہندوستان کی زبانوں سے حضرت مسیح ناآشنا تھے، وہ یہاں آ
کر کونسی زبان میں تبلیغ کرتے تھے۔ اس کے جواب میں گذارش ہے۔ کہ آرامی
زبان یہود کے انتشار فی الارض کی وجہ سے اور فارسی حکومت کی سرپرستی
کے باعث مشرق میں دور دور پھیل گئی تھی۔ چنانچہ پہلی صدی مسیحی میں آرامی
زبان کی وسعت کا یہ حال تھا، کہ وہ بحر اسود سے بالائی مصر تک اور ہندوستان
کی حدود سے ایتھنز کے کناروں تک بولی سمجھی اور لکھی جاتی تھی۔ یہ نہ
صرف فلسطین کے یہود کی زبان تھی، بلکہ اسرائیلی قبائل کی بھی زبان تھی۔ جو کہ
عراق، ایران، افغانستان اور کشمیر میں آباد تھے، یہی وجہ ہے۔ کہ
شمال مغربی پاکستان اور افغانستان میں آرامی کتبے مل رہے ہیں۔ جو
کہ آرامی زبان اور خوبصورت آرامی حروف میں کندہ ہیں۔ لہذا حضرت
مسیح ناصری نے اپنی مادری زبان ہی کو اظہار تبلیغ کا ذریعہ بنایا ہوگا۔ آرامی
انجیل کے آثار بھی ہندوستان میں ملتے ہیں۔

حضرت مسیح ناصری نے چونکہ اسرائیل کے گم شدہ قبائل تک پیغام حق
پہنچانا تھا اور وہ آرامی بولتے تھے۔ اس لئے آپ کو اپنے مشن کی تبلیغ میں
کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ کنعان سے لے کر ہندوستان تک آرامی بولنے
اور سمجھنے والے لوگ موجود تھے، آرامی زبان کا دائرہ اتنا وسیع تھا۔ کہ
اس اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۴۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت مریم کے مسیح کے ساتھ کشمیر

آنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح یوز آسف کی قبر کشمیر میں موجود ہے اسی طرح کاشغر میں مریم کا مزار ہے۔ اور کوہ مری میں بھی ایک قدیم مزار موجود ہے جس کے نام پر یہ پہاڑ مری مشہور ہوا۔ کاشغر کے مزار کے متعلق روسی سیاح کی تحقیق پیچھے گذر چکی ہے اور مریم مزار سے متعلق جناب کرم حیدری صاحب ایم اے اپنی کتاب "داستان مری" میں لکھتے ہیں :۔

"پنڈی پوائنٹ کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ یہی وہ پہاڑی ہے جس پر کسی زمانے میں سکھ فوج کا ایک دستہ رہا کرتا تھا یہیں کسی روایتی ولیہ کا مقبرہ ہے جس کے نام سے مری کا نام مشہور ہوا، اور اسی جگہ سب سے پہلے انگریزوں نے چھاؤنی ڈالی۔

کتاب کے شروع میں لکھا ہے :۔

"پنڈی پوائنٹ کے مقام پر پختہ سنگین برج ہے جہاں خالصہ فوج کا ایک دستہ رہا کرتا تھا۔ یہیں پاس ہی ایک پرانی قبر ہے۔ یہ قبر ایک ڈھیری سی ہے اور پہاڑی زبان میں ایسی ڈھیری کو مڑھی کہتے ہیں۔

روایت ہے کہ یہاں کوئی خدا رسیدہ خاتون مدفون ہیں۔

---

[1] کتاب مذکور ص ۸



جس کا نام مریم یا مریاں تھا . . . . . اس قبر یا مڑھی کی نسبت سے اس مقام کو مڑھی کی گلی کہا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے مری کا نام مری پڑ گیا۔ مری کو مری سے اور مریم یا مریاں سے جسے انگریزی میں (Mary) کہا جاتا ہے۔ جو نسبت ہے وہ ظاہر ہے[1]۔

اسی طرح رابرٹ گریوز اور جیشوا پوڈرو اپنی کتاب "نذرین گاسپل" میں لکھتے ہیں :۔

"اعمال الرسل اور قرون اولیٰ کے بزرگان کلیسیا کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کے حواری فلسطین میں موجود رہے، لیکن مریم جو کہ شمعون کلوپاس کی بیٹی تھی، اس کا ذکر نہیں ملتا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ مریم مسیح کی ہجرت میں ان کے ساتھ چلی گئی ہوں۔ چونکہ رومن ایمپائر میں ان (مسیح) کا کسی جگہ ٹھیرنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ رومنوں کے نزدیک حضرت مسیح صلیب کے سزاوار تھے، اس لئے آپ نے مشرق میں پارتھیا کا رخ کیا جہاں یہودیوں کی بڑی بڑی آبادیاں اور ان کی کلیسیائیں قائم تھیں[2]۔

محققین مذکور کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت مسیح کے ساتھ مریم نامی ایک خاتون موجود تھیں۔ وہ مریم بنت کلوپاس کو شریک سفر سمجھتے

---

[1] صفحہ ۴ [2] کتاب مذکور صفحہ ۷۷

ہیں۔ حالانکہ مریمؑ والدہ یسوع زیادہ حق دار ہیں۔ کہ وہ شریک سفر ہوں۔ مریم والدہ یسوع بھی واقعہ صلیب کے بعد فلسطین سے غائب ہوگئیں۔ اور ان کے متعلق خیال کر لیا گیا۔ کہ وہ بھی آسمان پر چلی گئیں ؛

ایک قدیم عیسائی روایت سے پتہ چلتا ہے۔ کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مریم یوحنا حواری کی کفالت میں تھیں۔ جب یہ حواری ایشیائے کوچک میں افسس کی طرف ہجرت کر گئے۔ تو حضرت مریمؑ کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہاں وہ معمر ترین ہو کر فوت ہوگئیں۔ اس روایت کا دوسرا حصہ کہ حضرت مریمؑ ایشیائے کوچک میں چلی گئیں۔ یوں غلط ہے۔ کہ ایشیائے کوچک کی عیسائی تاریخ محفوظ ہے۔ اس میں مریم کی موجودگی کا کوئی ذکر نہیں۔ بات دراصل یہ تھی' کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیحؑ دمشق میں آگئے تھے' اور حضرت مریم یروشلم میں یوحنا کی کفالت میں تھیں ؛

انجیل اور مکتوب سکندریہ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح نے صلیب پر سے یوحنا کو وصیت کی۔ کہ میری والدہ کی نگرانی اور خبر گیری کرتے رہیں[1]۔ بعد میں یوحنا حواری حضرت مریم کو ساتھ لے کر دمشق میں حضرت مسیح کے پاس پہنچ گئے۔ جہاں آپ مشرق کی طرف عازم سفر ہونے کے لئے تیار تھے۔ یوحنا حواری ایشیائے کوچک میں چلے گئے' اور مریم اور ابن مریم مشرق میں چونکہ

[1] صفحہ ۶۳



یہ سب باتیں اخفا میں تھیں۔ اس لئے روایت یہ بن گئی۔ کہ حضرت مریم بھی ایشیائے کوچک میں چلی گئیں' مذکورہ روایت سمتھ کی بائیبل ڈکشنری میں زیر لفظ مریم لکھی ہوئی موجود ہے ؛

ان حوالوں سے اشارہ ملتا ہے۔ کہ حضرت مریم کنعان سے ہجرت کر گئیں حضرت مسیحؑ کے ہمراہ مریمؑ نامی کوئی خاتون ضرور موجود تھیں۔ مریم مگدلینی بھی فلسطین سے غائب ہوگئیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بھی مشرق میں آگئی ہوں۔ مکتوب سکندریہ میں لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ ان سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتے تھے' مری اور کاشغر کے مریم مزار اس تاریخی پس منظر میں مزید تحقیق کے محتاج ہیں اسلامی لٹریچر کی مشہور کتاب روضۃ الصفا میں بھی لکھا ہے۔ کہ یروشلم سے حضرت مسیح ہجرت کر کے نصیبین میں گئے' آپ کے ساتھ آپ کی والدہ پطرس' یعقوب اور توما حواری تھے[2]

۵۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ قرآن مجید میں مریم اور ابن مریم کو جس پناہ دینے کا ذکر ہے۔ وہ بچپن میں پیش آئی تھی' کیونکہ بادشاہ وقت ہیرودیس نے بیت لحم کے بچوں . . . . کا قتل شروع کر دیا تھا۔ حضرت مریم اپنے بچہ کو لے کر مصر چلی گئی تھیں۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے نہ کہ کشمیر میں حضرت مسیحؑ کی آمد کا۔ صلیبی واقعہ سے قبل تو آپ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے ؛

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ بچپن کا ہوتا۔ تو قرآن حکیم

[2] جلد ا صفحہ ۱۳۲ - ۱۳۳

کو یوں کہنا چاہیئے تھا، کہ ہم نے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو بچپن میں پناہ دی اور ابن مریم کو جوانی میں جب یہود نے صلیب دینا چاہا۔ تو فرشتے بھیج کر ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔

اتنے بڑے موقعہ کو چھوڑ کر ایک معمولی پناہ کا ذکر عجیب معلوم ہوتا ہے۔ گویا معمولی زمینی پناہ کا ذکر تو کر دیا۔ لیکن خارق عادت آسمانی پناہ کا ذکر چھوڑ دیا۔ اور پھر یہ امر بھی محل نظر ہے۔ کہ مصر میں وہ کونسی پہاڑی تھی، جس پر چشمے جاری تھے، جہاں مریم اور ابن مریم کو پناہ دی گئی تھی۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بتایا ہے۔ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ ہجرت کر کے کشمیر میں آ گئے تھے۔ کیوں کہ یہاں بنی اسرائیل کے قبائل بسے ہوئے تھے، حضرت مسیح سے متعلق بہت سے تاریخی شواہد آپ نے پیش کئے۔ اور اس تحقیق کی تائید میں روز بروز نئے سے نئے ثبوت مہیا ہو رہے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ؛

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے لئے دار الہجرت میں جائے قرار تھی، اور وہاں چشمے بھی جاری تھے، لیکن مصر میں آپ ایک سال سے بھی کم عرصہ ٹھیرے اور پھر بادشاہ کے مرنے کے بعد واپس آ گئے، اس مشکل سے بچنے کے لئے مولانا حفظ الرحمٰن نے تاریخی موقعہ کے خلاف یہ کہہ دیا۔ کہ حضرت مریم اپنے بچہ کو لے کر ناصرہ میں چلی گئی تھیں اور وہاں وہ بارہ تیرہ سال تک رہیں۔



حالانکہ ناصرہ اسی قیصر کی عملداری میں تھی، جس نے بچوں کو قتل کا حکم دیا تھا۔ اول تو یہ بات انجیل اور تاریخ کے خلاف ہے اور پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ناصرہ تو ان کا اپنا وطن تھا۔ حضرت مریم ناصرہ ہی کی رہنے والی تھیں یہ کونسی ایسی پناہ ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں کرنے کی ضرورت تھی ؛

ان آیات کے سباق میں دشمنان حق کی طرف سے انبیا کی مخالفت کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا کہ ہم نے اپنے رسول متواتر بھیجے۔ جب کبھی رسول آتا لوگ اس کو جھٹلاتے تھے، اس کے بعد موسیٰ اور ہارون کی بعثت اور ان کی تکذیب کا ذکر ہے، بعد ازاں یہ ذکر ہے کہ ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا اور ان کو مصیبت عظمیٰ سے نجات دے کر ایک اونچی جگہ میں پناہ دی۔ جو ٹھیرنے کے قابل اور چشموں والی تھی، اس کے بعد یا ایہا الرسل کا خطاب موجود ہے۔ گویا سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعات رسولوں کے ساتھ اس وقت پیش آئے، جب کہ وہ عہدۂ رسالت پر فائز ہو چکے تھے، اور دشمنان حق نے ان کی مخالفت کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کو خائب و خاسر کیا اور اپنے رسولوں کو کچھ تکالیف کے بعد ان کے ہاتھوں سے بچا کر کامیاب و کامران کیا ؛